بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللمعة اذا اجتمع العيد والجمعة

جمعہ کے دن عید ہو تو جمعہ کا کیا حکم ہے؟

تصنیف

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

مفتی سیف اللہ قاسمی

فہرست مضامین

۞	مقدمہ....................................	۴
۞	تقریظ....................................	۶
۞	تقریظ....................................	۸
۞	حدیثِ نفس....................................	۱۰
۞	نمازِ جمعہ کا حکم....................................	۱۲
۞	جمعہ کی فرضیت پر نص قطعی....................................	۱۲
۞	تارکِ جمعہ کا حکم....................................	۱۳
۞	عید کی نماز کا حکم....................................	۱۵
۞	ائمۂ اربعہ کا مسلک....................................	۱۵
۞	امام شافعی کا مسلک....................................	۱۷
۞	امام احمد بن حنبل کا مسلک....................................	۱۸
۞	حضرت عطاء بن ابی رباح کا اثر....................................	۱۸
۞	امام طحاویؒ کا فتوی....................................	۱۹
۞	شیخ ابن بازؒ کا فتوی....................................	۲۰
۞	علامہ عینیؒ کا فتوی....................................	۲۰
۞	امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی....................................	۲۱
۞	علامہ ابن تیمیہؒ کا فتوی....................................	۲۱
۞	ابوحزم ظاہری کا فتوی....................................	۲۲
۞	جمہور فقہاء کے دلائل....................................	۲۲

۲۷	غیر مقلدین کا موقف اور مستدل	۞
۲۷	پہلی دلیل	۞
۲۸	دوسری دلیل	۞
۲۸	تیسری دلیل	۞
۲۹	چوتھی دلیل	۞
۲۹	غیر مقلدین کے مستدلات کی حقیقت	۞
۳۳	کیا امیر المومنین ترکِ فرض کی اجازت دے سکتا ہے؟	۞
۳۴	ایک شبہ کا ازالہ	۞
۳۵	ابن الزبیرؓ کے عمل سے استدلال کی حقیقت	۞
۳۷	کیا ابن زبیرؓ خلاف سنت کر سکتے ہیں؟	۞
۳۸	کیا زوال سے قبل جمعہ درست ہے؟	۞
۳۸	کیا ابن زبیرؓ نے عید کی نماز نہیں پڑھی؟	۞
۳۹	ایک شبہ کا ازالہ	۞
۴۰	محدثین کی تحریرات	۞
۴۰	علامہ ابن عبد البرؒ کی تحریر	۞
۴۱	شیخ ابن عبد البرؒ کی تحریر	۞
۴۱	علامہ ابن تیمیہؒ کی تحریر	۞
۴۱	شیخ عبد المحسن العبادؒ کی تحریر	۞
۴۲	حضرت ابن بیرؓ کا حضرت عمرؓ کے عمل کو دلیل میں پیش کرنا	۞
۴۴	یوم مسرت پر قیاس کی حقیقت	۞
۴۵	اجتماع کا مقصد حاصل ہوگیا	۞

۴۵	تداخل کی حقیقت..	۞
۴۶	راہِ اعتدال...	۞
۴۹	ضمیمہ...	۞
۴۹	جمعہ کی اذانِ اول..	۞
۵۰	عید یا جمعہ کا خطبہ اردو زبان میں......................	۞
۵۱	امت کا تعامل وتوارث عربی خطبہ کا ہے.................	۞
۵۳	خطبہ اور تقریر سے پہلے سلام کرنا......................	۞
۵۴	دو خطبوں کے درمیاں بیٹھنا.............................	۞
۵۶	فہرست ماخذ ومراجع......................................	۞

مقدمہ

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم

ناظم ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

بسم اللھہ الرحمن وبھہ نستعین ....

مسائل خلافیہ میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ یوم العید، یوم الجمعہ میں واقع ہو جائے تو ایسی صورت میں آیا دونوں نمازیں اپنے وقت پر اور اپنی ترتیب سے ادا کی جائیں گی یا پھر عید کی نماز ادا کر لینے سے جمعہ کی نماز ساقط ہو جائے گی؟

اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جس چیز کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ہو اس کا سقوط ظن واحتمال کی بنیاد پر نہیں ہو سکتا، اس اصول کی روشنی میں اس مسئلے کو دیکھا جائے تو مسئلہ بالکل واضح ہے کہ نمازِ جمعہ کا ثبوت قرآن کریم کی نصِ قطعی ''اذانودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ'' اس لئے اس کی فرضیت ساقط کرنے کے لئے ایسی ہی مضبوط اور قطعی دلیل چاہئے اور وہ نہیں ہے، اسی لئے مذکورہ مسئلے میں جمہور علماء امت ایسے وقت دونوں نمازوں کی ادائیگی کو لازم اور ضروری راد یتے ہیں، البتہ حنابلہ اور غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ عید کی نماز ادا کر لینے سے جمعہ کی نماز کی فرضیت باقی نہیں رہتی، چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں، نہ پڑھیں تو کوئی حرج نہیں ہے، انہیں یہ بات ''ابن ماجہ'' کی ایک روایت سے سمجھ میں آئی ہے تاہم وہ روایت اولاً تو بہ مقابلہ نصِ قطعی ہے ، دوسرے یہ کہ اس کے مفہوم میں کئی احتمالات پائے جاتے ہیں، اس وجہ سے نماز جمعہ کی فرضیت ساقط کرنے کی اس روایت میں قوت نہیں ہے، چنانچہ جمہور امت کا یہی موقف ہے ، اس زمانے کے عظیم محقق وفقیہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں : ''جمہور (علماء اسلام) قرآن کریم کی جمعہ کو فرض کرنے والی آیت اور اس کے وجوب پر دلالت کرنے والی احادیث کی وجہ سے ایسے وقت بھی (جب کہ عید و جمعہ جمع ہو جائیں) جمعہ کے واجب ہونے کے قائل ہیں، ان کا یہ موقف اس لئے بھی (صحیح) ہے کہ دونوں نمازیں مستقل دلائل سے ثابت

اور واجب ہیں، پس ایک کی ادائیگی سے دوسری نماز ساقط نہیں ہوسکتی، (یہ بالکل ایسا ہی ہے) جیسے جمعہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں نماز عید پڑھنے سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی۔(۱)

خلاصہ یہ کہ اگر عید کا دن جمعہ کے دن واقع ہو جائے تو اس زائد نماز کی ادائیگی سے پنج وقتہ نمازوں کی فرضیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، انہیں اپنے معمول کے مطابق مکمل ادا کرنا چاہئے، خواہ وہ ظہر ہو یا جمعہ۔

ہمارے علاقوں میں تقریباً سب ہی مسلمان حنفی ہیں یا شافعی، اور دونوں کے ہاں یہ مسئلہ ایک ہی سا ہے، اس لئے ماضی میں کبھی نہ یہ مسئلہ اٹھا اور نہ اس پر اظہار حقیقت کی ضرورت پیش آئی مگر ادھر چند برس سے سعودی عربیہ میں جاری غیر مقلدین کی محنتوں اور ایک طرفہ مسائل کی تبلیغ اور اس میں تشدید کی وجہ سے- جو کہ علمی خیانت اور سخت مذموم حرکت ہے- جدید غیر مقلدین سماج میں ایسے اختلافی مسائل ہی کو خوب اچھال رہے ہیں، اور کوئی ضرورت نہ ہونے کے باوجود اپنے امتیاز اور احناف کے تئیں دل میں موجود عناد کے اظہار کے لئے یک طرفہ باتیں کرنے اور مسلمانوں کو علماء سلف سے بدگمان کرنے میں مشغول ہیں، اس لئے علماء کرام کو بھی ان مسائل کی طرف توجہ دینا اور حقائق کو سامنے لانا ضروری ہو گیا ہے۔

محبان فی اللہ مولانا مفتی احمد اللہ نثار قاسمی اور مفتی سیف اللہ قاسمی سلمہم الرحمن نے اس مسئلے پر قلم اٹھایا اور پوری تحقیق کے ساتھ اس پر کلام کیا ہے، اللہ تعالی ان کی کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے اور مسلمانوں میں غیر مقلدین کی جانب سے پھیلائی جارہی غلط فہمیوں کے ازالے میں اسے مؤثر بنائے۔ آمین

والسلام

(حضرت مولانا) عبد القوی (صاحب دامت برکاتہم)

بانی و مہتمم مدرسہ اشرف العلوم حیدرآباد

۲۱/صفر الخیر/ ۳۹ھ

---

(۱) موسوعۃ الفقہ: ۲/ ۱۴۲

تقریظ

حضرت مولانا مفتی تجمل حسین صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ حضرت مولانا شاہ جمال الرحمن صاحب دامت برکاتہم

نماز بندگی کا اعلیٰ ترین مظہر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے لئے اہل اسلام پر جہاں یومیہ پانچوں نمازوں کو فرض فرمایا وہیں ہفتہ بھر میں جمعہ کی نماز کو اور سالانہ دو عیدوں کی نمازوں کو بھی واجب فرمایا، دن ورات کی پنجوقتہ نمازوں میں محلہ کے جملہ افراد جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالاتے ہیں تو ہر جمعہ پورے گاؤں والوں کے لئے مل جھل کر جمعہ کی ادائیگی کا موقعہ ہوتا ہے، اور سالانہ عباتوں میں نماز عید الفطر اور نماز عید الاضحی کی ادائیگی کیلئے شہر کے تمام افراد ایک جگہ جمع ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، تاکہ ایک مؤمن کی زندگی خواہ وہ دن ورات کی صورت میں ہو یا ہفتہ اور سالانہ کی شکل میں ہر پہلو سے مقصد تخلیق (اللہ کی بندگی) ہی سے، جمعہ وعیدین کے موقعہ پر خطبہ ضروری قرار دیا گیا، تاکہ خطبۂ جمعہ اور خطبۂ عیدین کے دئے گئے اہم ترین تعمیری پیغامات کو حرزِ جان بنا سکے۔

جمعہ وعیدین کے شرعی احکامات کتاب اللہ وسنت رسول اللہ میں اجمالی طور پر ذکر کئے گئے ہیں، وہیں فقہاء امت جمعہ وعیدین کے تفصیلی احکامات کتاب وسنت کی روشنی میں بہت ہی تفصیلی بیان فرمایا ہے، خاص طور پر عربی کتب فقہیہ میں مستقل باب الجمعہ اور باب العیدین کے عنوان سے سیکڑوں صفحات لکھے گئے، تاہم مطول کتابوں تک ہر ایک رسائی ممکن بھی نہیں ہے، مگر چھوٹے چھوٹے رسائل خاص خاص عنوانات کے تحت انتہائی مفید ومؤثر ہوتے ہیں، تحقیق وتدقیق کا ذوق رکھنے والوں کے لئے ایسے رسالے نعمت غیر مترقبہ ہوتے ہیں، غیر مقلدین کی دسیسہ کاریوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یوم عید جمعہ کے دن آئے وہ اس بات کے دعویدار ہیں کہ صرف نماز عید پڑھی جائے جمعہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے، اپنے اس موقف کو ضعیف روایات سے مدلل کرنے کی کوشش

کرتے ہیں، جبکہ نمازِ جمعہ نصِ قطعی سے ثابت ہے، جمعہ کی ادائیگی کے بغیر ایک مؤمن اس سے عہدہ برآں نہیں ہوسکتا۔

زیرِ نظر رسالہ اسی عنوان سے موسوم ہے، اس پر الحمدللہ مفتی احمداللہ نثا قاسمی صاحب و مفتی سیف اللہ قاسمی صاحب دونوں نوجوان فضلاء نے جمہور کے مسلک کو اکابرین واسلاف کے فتاوی کے ذریعہ مدلل بیان کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ جمعہ وعیدین کے ضروری مسائل بھی بڑے شرح وبسط کے ساتھ نقل کیا ہے، متعنا اللّٰہ وجمیع المسلمین بعلومھم۔ آمین

یہ رسالہ مختصر مگر انتہائی جامع ہے، جمعہ وعیدین کے اجتماع پر صرف عید کی نماز پر اکتفاء کرنے کا جو قائل ہے وہ عصبیت کا چشمہ نکال کر غیر جانبانہ طریق پر اس کا مطالعہ کرے تو ان شاء اللہ اس کے تمام اشکالات دور ہونگے اللہ تعالی ان دونوں مفتیان کرام کو اجر جزیل عطا فرمائے، اور مزید ان کی قلمی کاوشوں کے فیض کو عام فرمائے، خصوصاً مفتی احمداللہ نثار قاسمی نوجوان ممتاز عالم دین ہیں، ان کو اللہ پاک نے تقریر وتحریر میں بلاء کی صلاحیت عطا فرمائی ہے، جامع مسجد گنج شہیدان کے آپ ایک مقبول خطیب ہیں، فرقِ ضالہ کی تردید میں آپ کے انتہائی مؤثر خطابات ہوتے ہیں، وہیں آپ مدرسہ خیر المدارس میں سالوں سے تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں، کم سنی میں آپ کی کئی ایک تالیفات منظر عام پر آچکی ہیں جیسے اصلاحی واقعات دو جلدوں میں تقریباً گیارہ سو صفحات پر مشتمل، رمضان المبارک معروفات ومنکرات، واقعہ شہادت، نیا سال مغرب اور اسلام کا نقطۂ نظر، کرسمس کی حقیقت، ویلنٹائن ڈے تاریخ کے آئینہ میں وغیرہ تحقیقی رسالوں کے لکھنے کا ستھرا ذوق رکھتے ہیں، دعوت وتبلیغ سے وابستہ ہیں، آپ کے دعوتی بیانات سے بھی ہزاروں لومستفید ہوتے رہتے ہیں، اللہ تعالی آپ کی جملہ خدمات کو قبول فرمالے، زبان وقلم میں مزید تاثیر پیدا فرمادے۔ آمین ثم آمین

(حضرت مولانا) مفتی تجمل حسین قاسمی غفرلہ

۲۸ / صفر المظفر / ۱۴۳۹ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی اشفاق صاحب دامت برکاتہم

(استاذ حدیث وفقہ مدرسہ معہد الاسلامیہ پلمنیر)

اسلامی احکام اور اس کے فرعی مسائل میں سے بہت سارے مسائل میں فقہاء ومحدثین ہی میں نہیں بلکہ صحابہ کرام بھی اختلاف ثابت ہے، جو آیات کی تفسیر، حدیث فہمی، اور بظاہر احادیث متعارضہ کی تطبیق وجمع میں اختلاف رائے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

مگر علم وعمل فہم وفراست اور ورع وتقوی میں ملکہ تامہ رکھنے والے فقہاء ومحدثین اقرب الی التقوی اور محتاط نظریہ کو اپناتے ہیں، اسی کو مفتی بہ قرار دیتے ہیں، اور اسی کو امت کے لئے لائحہ عمل بتاتے ہیں، اس طرح افراد امت شیرازہ بندی اور الجھن سے بچے رہتے ہیں، اور یکسوئی سے شریعت پر عمل پیرا رہتے ہیں۔

مگر عرصہ دراز سے مختلف فرقے وجود میں آئے جن میں عملی گیرائی وگہرائی نہیں اور ورع وتقوی کا بھی فقدان، جس کے نتیجہ میں وہ بہت سے مثبت پہلو والے عمدہ اور ضروری کام کو چھوڑ کر امت میں انتشار اور الجھن پیدا کرنے کے طریقے نہ صرف پیدا کرتے ہیں بلکہ اس کو عام کرنے کی بھی ناروا کوشش کرتے ہیں، انہی میں ایک فرقہ غیر مقلدیت کا ہے۔

چند مسائل کو لیکر آئے دن یہ حضرات امت میں انتشار پھیلانے کے درپے رہتے ہیں، انہیں مسائل میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ جب جمعہ کے دن عید ہو جائے تو آیا دونوں پڑھیں یا صرف عید؟

اس پر تقریباً اتفاق کے ساتھ امت عمل کر رہی ہے، جب آبھی ایسا ہوتا ہے دونوں نمازیں پڑھی جاتی ہیں، یہاں چند مرجوح اقوال کو لیکر ان لوگوں نے انتشار پیدا کرنے اور بڑھانے کی کوشش بعض علاقوں میں کر رکھی ہے۔

تو ہمارے دو فاضل جناب مفتی احمد اللہ نثار قاسمی اور عزیزم مفتی سیف اللہ قاسمی نے ان کا اچھا تعاقب کیا ہے، ثانی الذکر سے بندہ بخوبی واقف ہے، دوران طالب علمی میں انتہائی ہونہار طالب علم رہے، اور زمانۂ تدریس میں بھی ایک پابند اور عمدہ تفہیم کے مالک شاندار اور کامیاب، دورۂ حدیث اور شعبۂ افتاء تک کے استاذ ہیں، ان دونوں جید فاضلوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ بہت سی معتبر کتب کے حوالوں سے مدلل، مضبوط اور مسکت دلائل فراہم کئے ہیں۔ میں نے اس رسالہ کو از اول تا آخر بغور مطالعہ کیا، جہاں ضرورت سمجھی نشاندہی بھی کی۔

امید کہ یہ رسالہ ائمہ، علماء، اور علمی حلقے والوں کے لیے تسلی بخش ثابت ہوگا، اور یہ حضرات اس کو ذریعہ بنا کر عوام خواص کو مطمئن کرتے ہوئے ان کو انتشار ذہنی اور بے اطمینانی سے بچا سکیں گے، نیز یہ رسالہ اس گمراہ فرقہ کے لیے دنداں شکن اور مسکت ولاجواب ثابت ہوگا۔

والسلام

(حضرت مولانا مفتی) محمد اشفاق پرتاب گڑھی (دامت برکاتہم)

خادم حدیث وفقہ معہد العلوم الاسلامیہ پلمنیر، چتور

۸/۵/۳۹ھ

26-1-18ء

حدیثِ نفس

جمعہ وعیدین ایک دن میں ہوتو جمعہ کیا حکم ہے اس سلسلہ میں مقدمہ اور اکابرین امت کی تحریرات میں وضاحت گذر چکی اور آئندہ تفصیل آرہی ہے، یہ مسئلہ اگرچہ سالوں میں کبھی کبھار پیش آنے والا ہے لیکن مسئلہ اپنی جگہ اہم ہے، اور اس قدر مدلل و مفصل یکجا لکھا ہوا مل جانا اہل علم کے لئے علمی تحفہ سے کم نہیں، اس لئے ایک ادنی سی کاوش اور کوشش کی گئی ہے کہ مختصر ومفید رسالہ مرتب کیا جائے، الحمدللہ اللہ نے اپنے فضل سے اس کوشش کو تکمیل تک پہنچایا، اس مسئلہ کے ضمن میں دیگر پیش آنے والے مسائل مدلل ضمیمہ کی شکل میں لکھے گئے ہیں، جو بھی لکھا گیا محض اللہ رب العزت کے کرم اور اپنے اساتذہ کی توجہات کی برکت سے ہے، احقر اور احقر کے رفیق محترم مفتی سیف اللہ صاحب حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتھم کے ممنون ہیں کہ نہایت مصروفیت کے باوجود مسئلہ کی حقیقت مدلل طریقہ پر واضح فرما کر ایک قیمتی مقدمہ رقم فرمایا، اور ہم طالبانِ علوم نبوت کی ہمت افزائی فرمائی، اسی طرح حضرت مولانا مفتی تجمل حسین صاحب دامت برکاتھم کے احسان مند ہیں کہ آپ نے کافی قدردانی کے کلمات سے نوازا ہے، اور حضرت مولانا مفتی اشفاق صاحب کے بے حد ممنون ہیں کہ حرف بحرف پڑھا، تقریظ کی درخواست کی گئی تو آپ نے تقریظ ہی نہیں بلکہ رسالہ کی تصحیح بھی فرمادی، آپ نے کس گہرائی سے نظر فرمایا ہے، نقطہ وہمزہ کی غلطی تک پر نشاندہی فرمائی ،مفید مشوروں سے نوازا، بیشک یہ آپ کی خردنوازی کی بات ہے، اللہ ہمارے ان تمام اکابر کو اپنی طرف سے اجر عظیم عطا کرے اور ان حضرات کی قدردانی کی توفیق بخشے، ہمارے اہل حدیث بھائیوں سے مخلصانہ درخواست ہے کہ اپنے ہی بھائی کی تحریر سمجھتے ہوئے خالی الذہن ہو کر مطالعہ فرمائیں، امید کہ مسئلہ کی حقیقت واضح ہوجائے گی، اور دوسری درخواست یہ ہے کہ ملک کے موجودہ حالات میں اپنے ان جزوی مسائل کو اختلاف کے حدود میں رکھتے ہوئے امت کے مشترکہ مسائل کے لئے اپنی اخوت اسلامی کا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کریں

،ہم بے شعوری میں دشمن کا آلۂ کار نہ بنیں ، دشمن کو اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب ہونے نہ دیں ،ظاہر ہے جب ہاتھ ہی نہ رہے تو رفع یدین کون کرے اور جب سر ہی نہ رہے تو سجدہ کون کرے ،اس لئے جزوی مسائل کو نفرت و جھگڑے کا سبب نہ بنائیں ،اپنی تحقیقات پر عمل کریں لیکن دوسروں کے لئے تحقیق کی گنجائش رکھیں ،اور قارئین سے درخواست ہے کہیں غلطی اور قابل اصلاح مقام ہو تو متوجہ فرمائیں ،ہم آپ کے احسان مند ہوں گے ،اللہ رب العزت سے درخواست ہے کہ اس مختصر سے رسالہ کو بے حد قبول فرمائے ۔(آمین)

احمد اللہ نثار قاسمی

سیف اللہ قاسمی

۱۷؍ جمادی الاولی ؍ ۱۴۳۹ھ

۹۹۸۹۴۹۷۹۶۹

نمازِ جمعہ کا حکم

تمام فقہائے حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، اور حنابلہ وغیرہم کا اتفاق و اجماع ہیکہ ہر عاقل بالغ مقیم، مکلف، مسلمان شخص پر جمعہ فرض ہے، اور اسکا منکر کافر ہے "الجمعة فرض لا يسع تركها، ويكفر جاحدها" (۱) علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک جمعہ فرض عین ہے "وهي فرض عين عند الجمهور" (۲)

جمعہ کی فرضیت پر نص قطعی

[۱] جمعہ کی فرضیت قرآن مجید، احادیث نبویہ، اجماع، اور قیاس سے ثابت ہے، چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "یاایها الذين امنوا اذا نو دی للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع لعلكم تذكرون (۳) آیت میں "فاسعوا" امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے لہذا آیت سے سعی کا وجوب معلوم ہوا، جب سعی واجب ہے تو جس کے لئے سعی کی جائیگی وہ بھی واجب ہوگا "اذا وجب السعي وجب ما يسعى اليه" (۴)

[۲] حضرت حفصہؓ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کی نماز ہر بالغ مرد پر واجب ہے "عن حفصة زوج النبي ﷺ عن رسول الله ﷺ انه قال: رواح الجمعة واجب على كل محتلم" (۵)

نوٹ: البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے

[۲] حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ

---

(۱) بدائع الصنائع ۱/۲۵۶، الدر المختار ۲/۱۳۶، المبسوط للسرخسی ۲/۳۰۶، المحرر فی الفقہ ۱/۱۴۲، الذخیرہ ۲/۳۲۹

(۲) القوانین الفقہیۃ: ۵۵ (۳) سورۃ الجمعۃ (۴) اعانة الطالبين ۲/۶۲، المبدع لابن مفلح ۲/۱۴۱ (۵) سنن نسائی: حدیث ۱۳۷۱

اورآخرت کے دن پرایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن نماز جمعہ فرض ہے سوائے مریض، مسافر، عورت، بچے، اور غلام کے (کہ ان پر جمعہ واجب نہیں ہے) پس جو شخص کھیل کود اور تجارت میں مشغول رہ کر اس سے غافل رہا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے توجہ ہٹالے گا اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریف کے قابل ہے۔ ''عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الأٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمْعَةُ يَوْمَ الْجُمْعَةِ اِلَّامَرِيْضٌ أَوْ مُسَافِرٌ أَوْاِمْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَمْلُوْكٌ فَمَنِ اسْتَغْنٰى بِلَهْوٍ أَوْ تِجَارَةٍ اِسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ'' (۱)

تارکِ جمعہ کا حکم

[۱] حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہیکہ آنحضرت ﷺ نے اپنے منبر پر فرمایا کہ: وہ لوگ جو جمعہ کے تارک ہیں اپنے عمل سے باز آجائیں یا یہ کہ اللہ ان کے دل پر مہر لگا دیں گے، پھر وہ غافلین میں سے لکھے جائیں گے ''لینتهين أقوام عن ودعهم الجمعة، أو ليختمن الله على قلوبهم، ثم ليكونن من الغافلين'' (۲) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اس روایت میں جمعہ کے فرض عین ہونے کی وضاحت ہے ''وفيه ان الجمعة فرض عين'' (۳)

[۲] آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص تین جمعہ سستی و ہلکا سمجھ کر چھوڑ دے اللہ اسکے دل پر مہر لگا دیگا ''من ترك الجمعة ثلاث مرات تهاونا طبع الله على قلوبهم'' (۴)

---

(۱) سنن الدار قطنی، باب من تجب علیه الجمعة، حدیث نمبر ۱۵۶۰: السنن الکبریٰ للبیهقي ۳:۱۸۴، باب من لا تلزمه الجمعة

(۲) مسلم شریف: حدیث ۸۶۵ (۳) شرح نووی لصحیح مسلم ۶: ۱۵۲ / (۴) الاحکام الکبریٰ: ۲/ ۴۷۵

[۳] آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا جو جمعہ کی نماز ترک کر تے ہوں کہ :البتہ میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو جمعہ قائم کرنے کا حکم کروں اوران لوگوں کے گھر کو آگ لگا دوں جو جمعہ کی نماز چھوڑ تے ہیں "عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رضى الله عنه اَنَّ النَّبِیَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ لِقَوْمٍ یَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمْعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنَّ اٰمُرَ رَجُلاً یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقُ عَلیٰ رِجَالٍ یَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمْعَةِ بُیُوْتَهُمْ (۱)

[۴] ابن المنذر نے جمعہ کی فرضیت پر اجماع نقل کیا ہے "قال ابن المنذر: واجمعوا على ان الجمعة واجبة على الاحرار المقيمين الذين لا عذر لم " (۲)

[۵] ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا : جوشخص بغیرکسی عذر کے جمعہ ترک کردے اسے چاہئے کہ ایک دینار (سونے کا سکہ) صدقہ کرے،اگرایک دینار نہیں ہےتو آدھا دینارصدقہ کرے۔ "عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَة مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِينَارٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِنِصْفِ دِينَارٍ"(۳)

فائدہ: جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض تو ہوا لیکن مکہ میں جمعہ کی نماز ادا نہیں کی گئی یا تو اس وجہ سے کہ شرائط جمعہ نہیں پائے جاتے تھے یا اس وجہ سے کہ جمعہ کا مقصد شعائر کا اظہار ہے اور مکہ میں اظہارِ شعائر کا موقع نہ تھا "فرضت الجمعة والنبى بمكة،ولم يصلها حينئذ اما لانه لم يكمل عندها من المصلين عنده،او لان من شعارها الاظهار ، وكان بمكة مستخفيا "(۴)

---

(۱) صحیح مسلم: ۱/ ۲۳۲،حدیث نمبر ۶۵۲،باب فضل صلوۃ الجماعۃ وبیان التشدید الخ

(۲)

(۳)هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ،المستدرك على الصحيحين، ۴۱۵۱،حديث ۱۰۳۵

(۴)الاقناع لشربینی ۱: ۱۷۷/ ،اعانۃ الطالبین: ۲/ ۳۰۶

عید کی نماز کا حکم

نماز عید کے حکم کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے اسے سنت مؤکدۃ کہا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نمازِ عید ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نمازِ جمعہ واجب ہے، امام احمدؒ کے نزدیک فرض کفایہ ہے، البانیؒ کے نزدیک واجب ہے، نواب صدیق حسن کے نزدیک فرض عین ہے۔(۱)

ائمۂ اربعہ کا مسلک

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مسلک یہ ہیکہ عید الفطر یا عید الاضحی جمعہ کے دن واقع ہو جاے تو جمعہ اپنے وقت پر پڑھنا فرض اور نماز عید اپنے وقت پر ادا کرنا واجب ہے، عید کی نماز ادا کر لینے سے جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوگی جمعہ فرضِ قطعی ہے، اور ادائیگی کے بغیر ساقط نہیں ہوتا، عید الفطر یا عید الاضحی صلاۃ جمعہ کا بدل نہیں ہے کہ ایک کی ادائیگی دوسرے کی ادائیگی شمار کی جاے، چنانچہ امام محمد جامعِ صغیر میں امام ابوحنیفہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ "جب دو عیدین (عید الفطر اور جمعہ یا عید الاضحی اور جمعہ) ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو اول سنت (اسکا وجوب سنت سے ثابت) ہے اور ثانی (جمعہ) فرض (اسکا ثبوت نصِ قطعی سے) ہے، اور دونوں میں سے کسی کو ترک نہیں کیا جائیگا۔" **عيدان اجتمعا في يوم واحد فالاول سنة والاخر فريضة ولايترک واحد منهما**(۲)

☆علامہ زرقانی امام مالک کا مسلک نقل کرتے ہوے لکھتے ہیں: علی، ابن وھب، مطرف، اور ابن الماجشون کی روایت سے امام مالک کا یہی مسلک نقل کیا گیا ہے جو اوپر

---

(۱) فقہ الحدیث ترجمۃ الدرر البہیہ: ۱/ ۵۲۲، فقہ الحدیث پبلیشر لاہور

(۲) **الجامع الصغير و شرحه النافع الكبير :باب فى صلاة الجمعة ۱۱۳، بداية المجتهد ونهاية المقتصد:الباب الثامن فى صلاة العيدين ۱ ۰ ۳ ۲**

مذکو رہے۔ ’’وبه قال مالک فی روایة علی وابن وهب ومطرف وابن الما جشون‘‘(۱)

☆ حافظ بدرالدین عینی شارح ہدایہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عثمان نے عید کی نماز پڑھائی، پھر خطبہ پڑھکر فرمایا کہ تمھارے اس دن دوعیدین جمع ہوگئیں ہیں ہم جمعہ کی نماز بھی ادا کریں گے، آپکا قول ’’ہم جمعہ کی نماز بھی ادا کریں گے‘‘ دلیل ہے کہ عید کے دن جمعہ کا ترک جائز نہیں اگر ترک جائز ہوتا اس قدر صراحت سے ذکر کی ضرورت نہ تھی ’’صلی عثمان العید، ثم خطب فقال :إنه قداجتمع فی یومکم هذا عیدان وإنامجمعون ،دلیل علی أن ترکها لایجوز‘‘(۲)

☆ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ: جمعہ اور ظہر کی نماز کا نماز عید کی وجہ سے ساقط ہونے کا قول (جمہور) کے نزدیک متروک اور غیر معتمد ہے ’’وقال ابن عبد البر : سقوط الجمعة والظهر بصلوة العید متروک مهجورلایعول علیه‘‘ (۳)

☆ حافظ ابن عبدالبر مالکی فرماتے ہیں: کسی مسلمان کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ جمعہ کے معاف ہوجانے کا گمان کرے ان احادیث کی وجہ سے جوخود محدثین کے نزدیک طعن سے خالی نہیں ہیں ’’لا یجوزلمسلم ان یذهب الی سقوط فرض الجمعة عمن وجبت علیه باحادیث لیس منها حدیث الاوفیه مطعن لاهل العلم بالحدیث‘‘ (۴)

☆ امام قرافیؒ فرماتے ہیں کہ: جمعہ کی نماز گرمی، سردی، اور نہ عید کی نماز کی وجہ سے ساقط ہوسکتی ہے ’’ولا تسقط (ای الجمعة)بشدةالحرو البر د،ولابصلاةالعید

---

(۱) زرقانی ۱/ ۳۲۵، ذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی ۱۷/ ۲۳۷

(۲) بنایہ شرح ہدایہ ۲/ ۱۱۹ (۳) بنایہ شرح ہدایہ ۲ / ۱۱۹ (۴) التمھید ۱۰/ ۲۷۰

اذاکانا فی یوم"(۱)

☆ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ: عید کے دن جمعہ ساقط ہونے کا قول فقہاء امت کے نزدیک متروک ہے "**سقوط الجمعة بالعید عن الجمیع قول مھجور من قبل الفقهاء**"(۲)

امام شافعی کا مسلک

امام شافعی اپنی کتاب "کتاب الام" میں فرماتے ہیں: شہریوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ بغیر عذر کے جمعہ کی نماز ترک کریں اگر چہ وہ جمعہ عید کے دن ہی کیوں نہ ہو "**ولا یجوز لأحد من أھل المصر أن یدعوا أن یجمعوا إلا من عذر ولایجوز لھم ترک الجمعة وإن کان یوم عید**"(۳)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ: جب عید الفطر جمعہ کے دن آجائے تو امام عید کی نماز پڑھائے اس کے بعد شہر کے باہر سے آنے والے لوگوں کے اس بات کی اجازت دے کہ اگر وہ اپنے گھروں کو واپس جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں، اور جمعہ کے لئے لوٹ کر نہ آئیں، اور ان کے لئے اس بات کا بھی اختیار ہے کہ وہ رک جائیں اور جمعہ ادا کریں اور اگر وہ رکتے نہیں ہیں تب بھی انشاء اللہ ان پر کوئی حرج نہیں ہے، اور شہر والوں میں سے کسی کے لئے جمعہ کو ترک کرنا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی عذر ہو تو پھر جائز ہے۔ "**وإذاکان یوم الفطر یوم الجمعة صلی الإمام العید حین دخل الصلاۃ ، ثم أذن لمن حضرہ من غیر أھل المصر فی أن ینصرفواإن شاؤؤا إلی أھلیھم ولا یعودون الی إلجمعة والاختیار لھم أن یقیمواحتی یجمعوا أو یعودوا بعد انصرافھم ان قدر حتی یجمعوا وإن لم یفعلوا فلا حرج إن شاء اللہ تعالی**

---

(۱) الذخیرہ للقرافی ۲:/ ۳۵۵ (۲) التمھید لابن عبدالبر ۱۰:/ ۲۷۰

(۳) کتاب الام ۱:/ ۲۱۲

ولا یجوز هذا لأحد من أهل المصر أن یدعوا أن یجمعوا إلا من عذر یجوز لهم بہترک الجمعة'' (۱)

فائدہ: معلوم رہے کہ دیہاتیوں پر جمعہ فرض نہیں ہے، جب دیہاتی جمعہ کے وقت سے پہلے دیہات پہنچ جائینگے تو ان پر جمعہ کی نماز نہیں رہیگی خواہ عید کا دن ہو یا نہ ہو اور اگر دیہاتی عید کی نماز کے لئے شہر نہ آئیں تو جمعہ کی نماز کیلئے آنا فرض نہیں ہے، نیز اس تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ فقہائے اربعہ میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور دیگر فقہائے کرام یعنی جمہور اس پر متفق ہیں کہ عید کی نماز کی وجہ سے جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوگی۔

امام احمد بن حنبل کا مسلک

امام احمد کا مسلک اس مسئلہ میں مختلف فیہ ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں جو شخص عید اور ظہر کی نماز ادا کرلے تو اس پر جمعہ ساقط ہے'' اذاجتمع العید والجمعة فی یوم واحدفصلو العید والظهر جاز، وسقطت الجمعة عمن حضر العید'' (۲) لیکن امام پر واجب ہے کہ جمعہ ادا کرے چنانچہ فقہ حنبلی میں اسکی صراحت ہے ''ویستثنی من ذالک ا لإمام، فیجب علیهاأن یصلی الجمعة'' (۳)

حضرت عطاء بن ابی رباح کا اثر

فقہاء اور محدثین میں مطلقاً سقوطِ جمعہ کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، البتہ حضرت عطاء بن ابی رباح کا ایک اثر امامِ ابو داوؒد نے نقل کیا ہے کہ حضرت عطاء فرماتے ہیں: کہ حضرت

---

(۱) کتاب الام ۲ / ۵۱۲

(۲) الموسوعة الفقهیة الکویتیة، باب اذاجتمع العید والجمعة فی یوم واحد۲۰۹۲۷

(۳) شرح زاد المستقنع: کتاب الصلاۃ۴۵۸

ابن زبیر کے زمانہ میں عید اور جمعہ ایک ہی دن میں واقع ہوئے تو ہم نے دونوں کو ایک ہی ساتھ جمع کیا، حضرت ابن زبیرؓ نے بھی صبح کے وقت دو رکعت ادا فرمائی اور اس پر اضافہ نہیں فرمایا یہاں تک کہ عصر کی نماز ادا فرمائی۔ ''اجتمع یوم جمعة ویوم فطر علی عهد ابن زبیر فقال عیدان اجتمعا فی یوم واحد نجمعهما جمیعا فصلاهما رکعتین بکرة لم یزد علیها حتی صلی العصر'' (۱)

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن عید آجائے تو جمعہ ساقط ہو جاتا ہے، لیکن چونکہ یہ اثر مرفوع روایتوں کے معارض ہے اور خود آپ ﷺ کے عمل سے متصادم ہے اس لئے اس اثر کے سلسلہ میں محدثین نے کلام کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس اثر کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا دشوار ہے، چنانچہ تفصیل آگے آرہی ہے۔

امام طحاویؒ کا فتوی

حدیثوں میں ترک جمعہ کی جو رخصت ہے اسے قابل تعجب سمجھ کر ایک سائل نے سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہے؟ اور اس نے کہا کہ کسی کے لئے ترک جمعہ کیسے جائز ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالی نے یہ فرمایا ہے کہ جب جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو سب کچھ چھوڑ کر نماز جمعہ کی طرف دوڑ پڑو، تو اس شخص کے لئے ہمارا جواب یہ ہے کہ احادیث میں ترک جمعہ کی جو رخصت ہے وہ صرف ان دیہاتیوں کے لئے ہے جن کے گھر مدینہ سے باہر ہیں اور جن پر جمعہ واجب نہیں ہے، اس لئے کہ جمعہ اہل مصر کے علاوہ پر واجب نہیں ہے اور جمعہ اہل مصر پر واجب ہے۔ ''سأل سائل عن المرادة بما فی هذین الحدیثین بعد استعظامه مافیهما من الرخصة فی ترک الجمعة ....وقال کیف یکون لأحدأن یتخلف عن الجمعة مع قول الله عزوجل '' یٰأیها الذین اٰ منوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الیٰ ذکرالله''فکان جوابنا له فی

(۱) سنن ابوداؤد: ۱۰۷۵

ذلک بتوفیق اللہ عزوجل أن المرادین فی الرخصة فی ترک الجمعة فی هذین الحدیثین هم أهل العوالی الذین منازلهم خارجة عن المدینة لمن لیست الجمعة علیهم واجبة لأنهم فی غیر مصر من الامصار والجمعة فانما تجب علی اهل الامصار"(۱)

شیخ ابن باز رضؒ کا فتوی

جو شخص جمعہ کے دن عید کی نماز ادا کرے اس کے لئے اس دن ترک جمعہ کی رخصت ہے مگر امام پر جمعہ میں حاضر ہونے والوں کو ساتھ لیکر جمعہ قائم کرنا واجب ہے ، چاہے ان لوگوں نے نماز عید ادا کی ہو یا نہ کی ہو، شیخ ابن باز کے فتوی سے بھی یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جمعہ مطلقا ہر ایک سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ امام پر واجب ہے کہ وہ شہر کے لوگوں کو لیکر جمعہ قائم کرے۔

"من صلی العید یوم الجمعة رخص له فی ترک الحضور لصلٰوة الجمعة ذلک الیوم الاالامام فتجب علیه اقامتها بمن یحضر لصلوتها ممن قد صلی العید وبمن لم یکن صلی العید" (۲)

علامہ عینیؒ کا فتوی

جس دن عید اور جمعہ جمع ہو جائے اس دن صرف عید پر اکتفاء کرتے ہوئے جمعہ کو ساقط کرنا اس طرح کی بات جمہور علماء میں سے کسی سے منقول نہیں ہے، امام محمدؒ جامع الصغیر میں فرماتے ہیں کہ جب ایک دن جمعہ اور عید جمع ہو جائے تو عید سنت ہے اور جمعہ فرض ہے ، اور ان دونوں کو ادا کیا جائے گا۔"الاکتفاءبالعید فی هذا الیوم وسقوط

---

(۱) بیان مشکل الآثار للطحاوی ۳/۱۲۶

(۲) فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء ۳ : /۱۸۲

فرضية الجمعة .....لم يقل به احد من الجمهور لأن الفرض لا يسقط بالسنة ....وقال محمد فى الجامع الصغير :عيدان اجتمعا فى يوم واحد فالأول سنة والثانى فريضة ولا يترک واحد منهما"(۱)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی

جب عید اور جمعہ ایک ساتھ جمع ہو جائے اور عید کی نماز کے لئے آس پاس کی بستیوں کے لوگ حاضر ہو جائیں، پھر وہ جان لیں کہ اگر وہ واپس چلے جائیں گے تو جمعہ ان سے فوت ہو جائے گا تو ایسی صورت میں ان کے لئے واپس جانا اور جمعہ ترک کر کے (ظہر ادا کرنا) جائز ہے۔"اذا وافق يوم العيد يوم جمعة وحضر أهل القرىٰ الذين يبلغهم النداء لصلاة العيد ، وعلموا أنهم لو انصرفوا لفاتتهم الجمعة، فلهم أن ينصرفوا ، ويتركوا الجمعة فى هذا اليوم على الصحيح المنصوص فى القديم والجديد"(۲)

علامہ ابن تیمیہؒ کا فتوی

صحیح بات یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن (دیہات سے) عید کی نماز میں حاضر ہو جائے اس سے جمعہ ساقط ہو جائے گا لیکن امام پر واجب ہے کہ وہ جمعہ کو قائم کرے تا کہ لوگ جمعہ ادا کرنا چاہے تو ادا کر سکیں اور وہ لوگ بھی جو عید میں شریک نہیں ہوئے تھے، اور یہ بات نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے منقول ہے جیسے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، اور ابن زبیرؓ وغیرہم، اور صحابہ میں سے کوئی بھی اس بات کے مخالف نہیں ہیں۔"والصحيح أن من شهد العيد سقطت عنه الجمعة لكن على الامام

---

(۱) شرح ابو داؤد للعینی ۴ : ۴۰۱/

(۲) روضۃ الطالبین ۱/ ۵۸۶

أن يقيم الجمعة ليشهد من شاء شهودها ومن لم يشهد العيد وهذا المأثور عن النبی و واصحابه کعمر وعثمان وابن مسعود وابن الذبییر وغیرهم ولا یعرف عن الصحابة فی ذلک خلاف ‘‘ (۱) اگرنماز عید ادا کرنے کی وجہ سے جمعہ ساقط ہوتا تو امام پرلوگوں کے ساتھ جمعہ قائم کرنا کیوں واجب ہوتا؟۔

ابوحزم ظاہری کا فتوی

ابومحمد علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں: جمعہ فرض ہے اور عید تطوع ہے، اور کوئی غیرفرض (عید) عبادت فرض عبادت (جمعہ) کو ساقط نہیں کرسکتی ،لہذا عید کی نماز کی وجہ سے جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوگی‘‘وقال أبو محمد :الجمعة فرض والعيد تطوع ، و التطوع لایسقط الفرض‘‘(۲)

ابن حزم فرماتے ہیں کہ: جمعہ کے دن عید ہوجائے تو عید اور جمعہ دونوں کا پڑھنا ضروری ہے، اور کوئی حدیث اسکے خلاف (جمعہ کے ترک پر) صحیح نہیں ہے، جمعہ فرض ہے اور عید تطوع ہے، اور کوئی غیرفرض (عید) عبادت فرض عبادت (جمعہ) کو ساقط نہیں کرسکتی ،لہذا عید کی نماز کی وجہ سے جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوگی‘‘واذا اجتمع عیدان فی یوم جمعة صلی العید ثم الجمعة، ولا بد، ولا یصح أثر بخلاف ذلک ‘‘(۳)

جمہور فقہاء کے دلائل

(۱) نماز جمعہ کا ثبوت دلیل قطعی سے ہے اور جوحکم دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے اسکے

---

(۱) فتاوی الکبری لابن تیمیہ ۱/ ۲۵۰ (۲) المحلی بالآثار ۳/ ۳۰۴

(۳) المحلی بالاثار:باب مسئلةاجتمع عيد فی یوم جمعة،۳۰۴۳مکتبه دار الفکر ،بیروت

سقوط کے لئے اسی درجہ کی دلیل قطعی ضروری ہے خبرِ واحد یا ضعیف حدیث سے کتاب اللہ اور خبرِ متواتر سے ثابت حکم کو ساقط کرنا جائز نہیں ہے اور عید کی وجہ سے جمعہ کی نماز جن دلائل سے ساقط کی جاتی ہے وہ دلائل دلائلِ قطعی یا خبر مرفوع تو کجا حسن درجہ کی احادیث بھی نہیں ہیں، چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "اذا نودی للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله "(۱) جب (جمعہ) کی نماز کے لئے پکارا جائے تو تم سب اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، اس آیت میں بلا تفریقِ یومِ عید مطلقا نماز جمعہ کو فرض قرار دیا گیا ہے، پس نماز جمعہ جسطرح غیرِ عید کے دن فرض ہے اسی طرح عید کے دن بھی فرض ہے "ولم یخص مجیئها فی یو م عید من غیره، فمن وجبت علیه فی غیریوم العید وجبت علیه فی یوم العید "(۲)

(۲) حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ عید اور جمعہ جمع ہو جاتے تو دونوں میں یہی سورتیں تلاوت فرماتے تھے "واذا جتمع العید والجمعة فی یوم واحد قرأ بهما فی الصلاتین "(۳)

(۳) حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جمعہ اور عیدین میں سورہ اعلی اور سورہٴ غاشیہ پڑھتے تھے اور اگر کسی دن جمعہ و عیدین جمع ہو جائے تو دونوں نمازوں میں یہی سورتیں پڑھتے تھے "عن النعمان بن بشیر قال :کان النبی یقرأ فی العیدین وفی الجمعة: بسبح اسم ربک الاعلی، وهل أتاک حدیث الغاشیة ،ور

---

(۱) سورۃ الجمعۃ: ۹

(۲) التمہید لابن عبدالبر ۱۰: ۲۷۷/، المھذب للشیرازی ۱: ۳۶۰/

(۳) مسلم شریف: باب مایقرأ فی صلاۃ الجمعۃ ۲/ ۵۹۸ حدیث ۸۷۸: یہ حدیث حسن صحیح ہے، سنن نسائی ۲: ۱۱۳/ حدیث ۱۴۲۴: مسند احمد: جزء ۳۰/ ۳۳۹، حدیث ۱۸۳۸۷

بما اجتمع فی یوم واحد فیقرأبهما''(۱)

فائدہ(۱)''وربمااجتمع فی یوم واحد فیقرأبهما'' کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ عبدالمحسن العباد فرماتے ہیں :اگرکسی دن جمعہ اور عید جمع ہو جاتے تو آپ ﷺ صبح کے وقت نماز عید ادا کرتے اور اس میں سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھتے، پھر جمعہ کی نماز ادا فرماتے تو اس میں ان دو سورتوں کی تلاوت فرماتے۔'' **یعنی العید ویوم الجمعة فیقرأفی العید فی أول النهار بسورتی سبح اسم وهل أتاک ، ثم یصلی الجمعة ویقرأ فیهاسبح اسم وهل أتاک'' (۲)**

(۲)اس حدیث کے تحت غیر مقلد عالم دین شارحِ ترمذی مولانا عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ :یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو عید کی وجہ سے جمعہ کو ساقط کر دیتے ہیں جبکہ وہ اپنے مسلک پر کوئی مرفوع حدیث پیش نہیں کر پاتے ہیں تو اپنے عمل پر حضرت عبداللہ ابن زبیر اور دیگر تابعین کا عمل پیش کرتے ہیں'' **حدیث الباب یفید فی مقابلة من ید عی العمل بالحدیث ،فانه یقول :إذاجتمع العید والجمعةفا لجمعة عفو،ومرفوع الباب یرد علیهم،ولا مرفوع لهم،نعم ثبت ماقالو عن ابن الزبیر وبعض التابعین''(۳)**

(۴) حضرت عثمان بن عفان کے عہدِ خلافت میں ایک موقع پر عید جمعہ کے دن آئی تو آپ نے فرمایا کہ: تمھارے لئے دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں پس اہلِ دیہات میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہے وہ انتظار کرے اور جو جانا چاہے وہ چلا جائے،میں اسے اجازت دیتا ہوں ''**قد اجتمع لکم فی یومکم عیدان فمن أحب من أهل العالیةأن ینتظر الجمعة**

---

(۱)یہ حدیث سنداً صحیح ہے ،العرف الشذی شرح سنن الترمذی : باب ما جاء فی القراۃ فی العیدین ۳۶/۲ حدیث ۵۳۳

(۲)شرح سنن ابی داوٗد لعبدالمحسن ۶ / ۴۰۲

(۳)العرف الشذی: باب ماجاءفی القراۃفی العیدین ۳۶/۲

فالينتظرها، ومن أحب أن يرجع فليرجع، فقدأذنت له"(۱) خلیفہ ثالث حضرت عثمان کے اس واقعہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جمعہ کی رخصت اہل دیہات کے لئے ہے، نہ کہ شہریوں کے لئے ں، کیونکہ آپ نے"اہل العالیۃ" سے خطاب فرمایا ہے۔

فائدہ: واضح رہے کہ حضرت عثمان کا یہ اعلان تمام صحابہ کے سامنے عید کے مجمع میں ہو رہا ہے اگر سقوطِ جمعہ عام ہوتا تو صحابہ وتابعین نکیر کرتے کہ یہ رخصت عام ہے آپ اسے اہل عوالی کے ساتھ کیسے خاص کر رہے ہیں معلوم ہوا کہ سقوط جمعہ صرف اہل عوالی کے ساتھ خاص ہونے پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہوگیا ورنہ کوئی ایک تو نکیر کرتا، چنانچہ صاحب اعلاء السنن علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "وكان عثمان قال ذلک بمحضر من الصحابة، فلو كانت الرخصة تعم اهل القرى ،واهل البلد جميعا ، كما زعمه احمدابن حنبل لأنكروا عليه تخصيصها باهل العاليه،فثبت ان الرخصةمخصوصةبمن لم تجب عليه الجمعة"(۲)

(۵) علی ابن المدینی یحی بن سعید سے اور وہ جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے عہد میں دو عیدین (جمعہ اور عید) ایک دن جمع ہو گئے تو آپ نے خطبہ کے بعد فرمایا کہ: بلا شبہ آج دو عیدین جمع ہوگئی ہیں ہم دونوں ادا کرینگے، اور تم لوگوں کو اختیار ہے خواہ جمعہ میں شرکت کریں یا نہ کریں۔ "ان هذا يوم اجتمع فيه عيدان،ونحن نصليهما جميعا،ولكم رخصة ايها الناس فمن شاء جاء ومن شاء قعد "(۳) اس اثر میں "و نحن نصليهما جميعا" پر غور کرین اس میں نحن سے مراد"ہم اہل شہر" دونوں (عید اور جمعہ) ادا کریں گے البتہ اہل عوالی کو جو دور دراز سے

---

(۱) الاوسط فی السنن ۴/ ۲۹۰ حدیث ۲۱۸۴

(۲) اعلاء السنن ۸: / ۴۷، العبادات فی الاسلام: باب اذا اجتمع العید والجمعة لا تسقط الجمعة ۳: / ۱۱۱۳

(۳) الاستذکار: باب الامر بالصلاۃ قبل الخطبۃ فی العیدین ۲/ ۳۸۴

آئے ہیں انہیں رہنے اور جانے کا اختیار ہے، اگر یہ مطلب نہ ہو تو خلیفۂ ثالث کے قول سے خلیفۂ رابع کا قول مختلف ہونا لازم آئیگا۔

(۶) اللہ تعالی نے مسلمان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، اور نماز جمعہ کی فرضیت علحدہ مستقلا قران وسنتِ متواترہ سے ثابت ہے، اور عیدین کی نماز نہ صلوۃ خمسہ میں سے ہے اور نہ جمعہ میں سے ہے، پس جسطرح وتر (واجب) کی وجہ سے عشاء کی (فرض) نماز ساقط نہیں ہوتی، صدقہ فطر (واجب) کی وجہ سے زکوۃ (فرض) ساقط نہیں ہوتی تو عید (واجب) کی وجہ سے جمعہ (فرض) کیونکر ساقط ہوگا؟ بلکہ اشراق (نفل) کی وجہ سے چاشت (نفل) ساقط نہیں ہوتی ہے تو یہاں فرض کیونکر ساقط ہوگا؟ ”ولان الجمعة فرض، والعيد سنة، فلاتسقطلسنةالفرض“ (۱)

(۷) عید الفطر اور عید الاضحی ایک مستقل عبادت، اور جمعہ ایک مستقل عبادت ہے، نماز جمعہ اپنے دن کے ساتھ خاص ہے ہفتہ یا اتوار کو نماز جمعہ ادا نہیں کی جاتی، اور عید الفطر وعید الاضحی جمعہ کے دن کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ایام کی تبدیلی کے اعتبار سے عیدین کبھی جمعہ کے دن اور جمعہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی آتے ہیں، پس عیدین جمعہ کے علاوہ پیر، منگل، بدھ وغیرہ میں آنے سے اس دن کی ظہر کی نماز معاف نہیں ہوجاتی، اسی طرح عید جمعہ کے دن آجانے سے جمعہ کی نماز معاف نہیں ہوگی، چونکہ ظہر کی نماز مستقل فرض ہے، جمعہ کی نماز مستقل فرض ہے، عید کی نماز اپنے موقع پر مستقل واجب ہے، ان میں سے ہر ایک دلیل قطعی سے ثابت ہے، پس ایک نماز دوسری نماز کا بدل نہیں بنے گی۔ ”ولأنهما صلاتان واجبتان ،فلم تسقط إحداهما بالأخرى كا لظهر مع العيد“ (۲)

---

(۱) الاوسط لابن المنذر ۴: ۲۹۱/، المحلی لابن حزم ۵: ۸۹/، القول المبین فی اخطاء المصلین ۱: ۴۰۱/

(۲) المغنی لابن قدامۃ ۲: ۲۱۲/، الموسوعۃ الفقہیۃ ۲: ۱۴۲/، شرح بلوغ المرام لعطیہ سالم: باب الرخصۃ لمن صلی العید، الخ: الجز ۱۰۰/ ۳ (۳) الاوسط فی السنن ۴: ۲۹۰/ حدیث ۲۱۸۴

(۸) جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہے اور عید کا وقت زوال سے پہلے ختم ہو جاتا ہے ،دونوں نمازوں کا مستقل علیحدہ وقت ہے تو ایک وقت میں پڑھی گئی نماز اس نماز کے لئے کیسے کافی ہو جائیگی جسکا ابھی وقت ہی شروع نہیں ہوا ہے۔ ’’غیر جائز إسقاط مایجب بعد زوال الشمس من فرض الجمعة بتطوعٍ یتطوعه المرء فی أول النهار أعنی صلاةالعید ‘‘(۳)

(۹) جنگ بدر میں شریک ہونے والوں کے متعلق ہیکہ ’’اللہ ان سب سے اس قدر راضی ہوگیا کہ یہ صحابہ کرامؓ بدر کے بعد کچھ نہ بھی کریں تو کوئی پرواہ کی بات نہیں ہے‘‘ محدثین وفقہاء نے وضاحت فرمائی کہ اس سے مراد کوئی نفل عبادت نہ بھی کرے تو کوئی پرواہ کی بات نہیں ہے فرائض تو بہر صورت ادا کرنے ہونگے ،غور فرمائیں راہِ خدا میں جان دینے کے لئے تیار رہنے والوں سے فرض معاف نہیں ہے تو بھلا عید کی نماز پڑھ لینے پر فرض کیونکر معاف ہو جائیگا؟ کیا عید کی نماز کے لئے عید گاہ جانا جہاد کیلئے جنگ میں جا کر شھید ہونے سے زیادہ مشقت بھرا عمل ہے؟

غیر مقلدین کا موقف اور مستدل

غیر مقلدین کا خیال ہیکہ عید کی نماز ادا کر لینے سے جمعہ کی نماز ساقط ہو جاتی ہے،عید کی نماز ادا کرنے سے جمعہ کی نماز بھی ادا ہو جائیگی ،عید کی نماز اشراق کے بعد ادا کر لینے کے بعد ظہر کے وقت ظہر ادا کرلے(۱)

پہلی دلیل

ایاس بن ابی رملہ شامی کہتے ہیں کہ : میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھا اور آپ زید بن

---

(۱) خطبات محمدی ،مولانا محمد جونا گڑھی ،غیر مقلد ۲: ۳۳۲/

ارقم سے دریافت کر رہے تھے کہ : کیا آپ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ جمعہ اور عید ایک دن میں ادا کیا ہے؟ حضرت زید بن ارقم نے فرمایا کہ: ہاں! حضرت معاویہ نے پوچھا آپ ﷺ ایسے موقع پر کیا کرتے تھے؟ زید بن ارقم کہنے لگے کہ آپ ﷺ عید کی نماز ادا فرما کر جمعہ کی رخصت فرما دیتے تھے کہ جو جمعہ پڑھنا چاہے پڑھے "عن اياس بن ابى رملة الشامى ،قال :شهدت معاوية يسأل زيد بن ارقم هل شهدت مع رسول الله عيدين اجتمعا فى يوم ؟قال ،نعم!قال كيف صنع؟قال : صلى العيدثم رخص فى الجمعة ،فقال من شاء أن يصلى فليصل" (۱)

دوسری دلیل

وھب بن کیسان کہتے ہیں کہ: حضرت ابن زبیرؓ کے عہد خلافت میں جمعہ اور عید ایک دن جمع ہو گئے، آپ نماز پڑھانے کے لئے کافی تاخیر سے نکلے یہاں تک کہ دن چڑھ گیا، پھر نکل کر خطبہ کافی لمبا فرمایا اور منبر سے اتر کر نماز پڑھائی لیکن جمعہ کا وقت آیا تو جمعہ نہیں پڑھائی لوگوں نے آپ کے اس عمل کو برا جانا اور بنو امیہ کے کچھ لوگ اسکو موضع گفتگو بنایا، جب ابن عباس کو اسکی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا "سنت کے مطابق کیا ہے" اور جب خود ابن زبیر سے اسکا تذکرہ ہوا تو فرمایا: میں نے حضرت عمر کے عہد مبارک میں عمر کو کرتے دیکھا ہے۔ "عن وهب بن كيسان قال :اجتمع عيدان على عهد ابن الزبير قال :فأخر الخروج حتى تعالى النهار ،ثم خر ج فأطال الخطبة،ثم نزل فصلى ركعتين،ولم يصلى للناس الجمعة،فعاب ذلك عليه ناس من بنى عبد شمس،فذكر ذلك لابن عباس فقال :أصاب السنة،فذكرو ذلك لابن الزبير

---

(۱)ابوداؤدالأرنوؤط:باب اذا وفق يوم الجمعة يوم عيد۲۹۸۲مكتبه دارالرساله العالميه، صحيح ابن خزيمه۱۴۶۴

فقال :رأيت عمر إذا اجتمع عيدان على عهده صنع كذا“(۱) اس روایت سے صراحۃً معلوم ہوا کہ عید کی نماز سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

تیسری دلیل

شریعت کا مزاج ہے کہ جب دو عبادتیں ایک جیسی جمع ہو جاتی ہیں تو ایک کو دوسرے کا قائم مقام کر دیتی ہے چنانچہ تحیۃ المسجد سنت وفرض میں داخل ہو جاتی ہے، وضو غسل میں داخل ہو جاتا ہے، علحدہ تحیۃ المسجد، علحدہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں اسی طرح عید و جمعہ ایک دوسرے میں داخل ہیں علحدہ جمعہ کی ضرورت نہیں (۲)

چوتھی دلیل

جمعہ کا مقصود لوگوں کا ہفتہ میں ایک مرتبہ اجتماع اور انہیں احکام شرع کی تعلیم دینا ہے اور یہ مقصد عید کی نماز سے حاصل ہو گیا ہے دوبارہ جمع کرنے سے حرج لازم آئیگا اور شریعت نے حرج کی وجہ سے احکام میں تخفیف رکھی ہے، اسلئے عید کے بعد جمعہ ساقط ہے (۳)

غیر مقلدین کے مستدلات کی حقیقت

سب سے پہلے یہ ملاحظہ فرمالیں کہ: اپنے مسلک کے ثبوت کے لئے بخاری کا نعرہ لگا نے والے اس مسئلہ میں بخاری شریف اور مسلم شریف کو بھول گئے ہیں اور سنن سے وہ روایات پیش کر رہے ہیں جو سنداً بھی ضعیف ہیں اور متن و معنی کے اعتبار سے محتمل المعنی

---

(۱) الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف ۴: ۲۸۸/ حدیث ۲۱۸۱: مکتبہ دار الطیبہ ریاض

(۲) فتاوی ابن عثیمن ۱۶: ۱۷۰/

(۳) فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ: باب أقوال العلماء فی سقوط الجمعۃ ۹/ ۱۰۰۰۹

ہیں بلکہ متعارض المعنی ہیں چنانچہ (۱) پہلی روایت میں ایاس بن رملہ شامی مجہول راوی ہیں اور راوی کی جہالت سے روایت ضعیف ہو جاتی ہے،(الف) چنانچہ حافظ ذہبی ''میزان الاعتدال'' میں نقل فرماتے ہیں: ابن منذر نے کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے، کیونکہ ایاس مجہول راوی ہے۔ ''قال ابن المنذر: لایثبت هذا فان إیاسامجهول'' (۱)

(ب) حافظ ابن حجر ''تہذیب التہذیب'' میں فرماتے ہیں کہ ایاس بن رملہ کو ابن المنذر نے اور یحی ابن قطان نے مجہول قرار دیا ہے۔ ''قال ابن المنذر: ایاس مجهول، وقال ابن القطان هو کماقال، الخ'' (۲)

(ج) سند میں اسرائیل بن یونس ضعیف راوی ہے، علی ابن المدینی اور ابن حزم نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے ان کی روایات لی ہیں لیکن اس روایت میں ضعف کی وجہ سے انھوں نے یہ روایت اپنی کتاب میں ذکر نہیں کی ہے، اور عبد الرحمن بن مہدی انہیں ''حدیث چور'' کہتے تھے ''لص یسرق الحدیث'' (۳)

(د) سند میں محمد بن کثیر العبدی جو ابو عبد اللہ المصری سے مشہور ہیں ضعیف ہیں یحی ابن معین نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے اور فرمایا کہ کسی حدیث کے طالب کو اس سے حدیث نہیں لینا نہیں چاہئے۔ ''لم یکن لسائل ان یکتب عنه'' (۴) امام بخاریؒ نے اگرچہ ان سے ۶۳ حدیثیں لی ہیں لیکن یہ روایت نہیں لی ہے، جو صریح دلیل ہیکہ اس حدیث کے ضعیف کو امام بخاری بھی مانتے ہیں۔

---

(۱) میزان الاعتدال ۱۳۱:

(۲) تہذیب التہذیب ۳۸۸

(۳) تہذیب التہذیب ۱/ ۲۶۳

(۴) تہذیب ۹: ۴۱۸/

(ھ) یہ حدیث حضرت عثمان کی حدیث کے معارض ہے ،اور حدیثِ عثمان امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں نقل کی ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پتہ چلتا ہیکہ عید کے دن جمعہ کی رخصت دیہاتیوں کیلئے ہے جبکہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عید کے دن جمعہ کی رخصت دیہاتی اور شہریوں سب کیلئے ہے، جب حدیث ضعیف حدیث صحیح کے معارض ہو تو ہر صاحب عقل صحیح حدیث کو ترجیح دیتا ہے، اور یہی محدثین کا اصول بھی ہے،اور جو اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں انہیں بھی یہ اصول شاید تسلیم ہے،اور تسلیم ہونا بھی چاہئے۔

(ط) حدیث میں لفظ ہے ''ثم رخص'' اور قاعدہ کے اعتبار سے لفظِ ''ثم'' ترتیب مع التراخی کے لئے آتا ہے، پس اب مطلب ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کے دن عید کی نماز ادا فرمائی اسکے بعد یعنی عید کے دن کے بعد جمعہ کی رخصت بیان فرمائی ، پتہ چلا کہ اس دن تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید اور جمعہ دونوں ادا فرمایا اور رخصت اگلے جمعہ کی تھی ،اور ظاہر ہے اگلے جمعہ کی رخصت دیہاتیوں کو ہوگی نہ کہ شہریوں کو۔(۱)

(ی) حدیث میں لفظ ''رخص'' ہے اور لغت میں رخصت کہتے ہیں ''**رفع حکم بحکم اخر مع بقاء الحکم الاصلی**''یا ''**إباحة ممنو ع بنص متجددبعد المنع مع بقاء حکم المنع**'' جسکا حاصل یہ ہیکہ ,, امر ممنوع کو ممنوع ہونے کے باوجود ایک دلیل عارض کی وجہ سے جائز قرار دینا'' جس سے وہ امر ممنوع مباح نہیں ہوجائیگا بلکہ ممنوع ہوتے ہوئے اس عمل اور اسکے استعمال کی گنجائش ہوگی مثلا : حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ '' سے مردار، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت حرام قرار دینے کے بعد '' فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ '' سے بحالت مجبوری ان اشیاء کو جان بچانے کے لئے کھانے کی اجازت ہوگی ، اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اشیاء حلال ہو جا

---

(۱) شرح بلوغ المرام لعطیہ سالم: جز ۱۰۰/ ۳

ئینگی،اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں آنحضرت ﷺ نے جمعہ کی رخصت عطاء فرمائی کا مطلب جمعہ کی فرضیت ختم کر دینا مراد نہیں ہو گا بلکہ فرضیت باقی ہوتے ہوئے (دیہاتی جو عید کی نماز کے لئے شہر آئے ہوئے تھے جمعہ کا وقت شروع ہونے سے قبل جانا چاہے تو آپ ﷺ نے انہیں جانے کی) رخصت مرحمت فرمائی، چونکہ صبح عید پڑھکر دیہات جانے اور جمعہ کے لئے دوبارہ شہر آنے میں انھیں مشقت لازم آئیگی، چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نبی کریم ﷺ سے ایک مرسل روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ رخصت صرف مدینہ کے باہر سے آنے والے دیہاتیوں کے لئے تھی، اور حضرت عثمانؓ بھی اس رخصت کو انھیں کے ساتھ خاص کرتے تھے(۱)

(ک) یہی روایت سنن ابی داؤد میں ہے جس میں ”إنا مجمعون“ کا اضافہ ہے،اور جامع الأصول میں ”التجميع“ کا معنی ”إقامة الجمعة“ سے کیا گیا ہے،(۲) جسکا صاف مطلب ہے ”ہم تو جمعہ پڑھین گے ہی“ (انشاء اللہ) یہاں قابل غور امر لفظ ”ہم“ ہے اور ”ہم“ سے مراد ”ہم شہر والے“ تو جمعہ پڑھیں گے ہی، کیونکہ ہم پر جمعہ فرض ہے، پتہ چلا کہ حدیث میں رخصت دیہاتیوں کو ہے نہ کہ شہر والوں کے لئے۔ ”عن ابی هريرة عن رسول الله انه قال:قد اجتمع فی یومکم هذا عيدان فمن شاء أجزأه من الجمعة ،وإنا مجمعون“(۳)

ملاحظہ:

---

(۱)سنن دارمی ۱/ ۵۹۴،سنن بیہقی ۵۲۹

(۲) جامع الاصول: الفرع السابع ۶/ ۱۴۵حدیث ۴۲۴۵

(۳)سنن ابی داؤد الارنووط: باب اذا وفق یوم العید یوم الجمعۃ ۲/ ۲۹۹، الاحکام الکبری: باب اذا اجتمع العید والجمعۃ ۲/ ۴۷۴

[۱] ملاحظہ فرمائیں کہ جس روایت میں تین تین رواۃ ضعیف ہوں خصوصا ایاس بن رملہ جومجہول الذات والصفات ہے،اور حدیث صحیح کے معارض ہو پھر بھی اس سے کسی فضیلت کا انکار نہیں بلکہ ایک فرض کا اسقاط کیا جارہا ہے،حدیث پرعمل کا یہ انداز بڑا ہی عجیب ہے ،جبکہ اس حدیث کا صحیح محمل موجود ہے،یعنی رخصت دیہاتیوں کیلئے ہونا،مزید قابل تعجب بات یہ ہیکہ ان سب کے باوجود البانی صاحب اس حدیث کو صحیح کہہ رہے ہیں اللہ ہی خوب جانتے ہیں کہ حدیث کے صحیح ہونے اور ضعیف ہونے کا معیار حضرتِ والا کے نزدیک کیا ہے، جبکہ محدث اعظمی نے اسے ضعیف کہا ہے(۱)

[۲]اگراوقعۃً اہل حدیث ہوتے تو حدیث پرعمل یہ ہونا چاہئے تھا کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح علی الاعلان فرمایا : "انا مجمعون" لوگو! آج عید اور جمعہ جمع ہو گئے ہیں ،ہم لوگ تو جمعہ کی نماز ادا کریں گے جس کا جی چاہے آئے اور جس کا جی چاہے نہ آئے ،یہ اعلان کرتے تو حدیث کے مطابق ہوتا لیکن ظاہر یہ اعلان تب ہوتا جب حدیث فہمی کی صلاحیت ہوتی یا حدیث پرعمل کا جذبہ ہوتا،جب یہ دونوں صلاحیتیں مفقود ہوں تو پھر حدیث پرعمل کا محض دعوی ہوسکتا لیکن عمل نہیں ہوسکتا۔

(ل) اگراس حدیث کی سند صحیح بھی ہو پھر بھی مطلب یہ ہوگا کہ اہلِ دیہات نمازِعید کے لئے بڑے اہتمام سے مدینہ منورہ میں جمع ہوتے تھے اور عید کے بعد جمعہ کا انتظار کرنا حرج ومشقت ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے عید کے بعد اعلان کیا "من شاء منکم أن یصلی الجمعۃ فلیصل،ومن شاء الرجوع فلیرجع" جب اس پس منظر میں اعلان کیا جائے تو گو کہ اعلان اپنے الفاظ سے عام ہے لیکن درحقیقت خاص ہے اہل عوالی کے ساتھ۔"وان سلمنا صحتہ مرفوعا،فنقول:کان أهل القری یجتمعون لصلاۃ

(۱) المسند الموضوعی الجامع للکتب العشرہ: باب اجتماع العید والجمعۃ ۱۱/ ۴۴۴

العيدين ما لا يجتمعون لغيرهما، كما هو العادة، وكان في انتظارهم الجمعة بعد الفرغ من العيد حرج عليهم، فلما فرغ رسول الله ﷺ من صلاة العيد نادى مناديه "من شاء منكم أن يصلى الجمعة فليصل ،ومن شاء الرجوع فليرجع" وكان ذلک خطابا لأهل القرى المجتمعين هناک، والقرينة على ذلک بأنه قد صرح فيه ب أنا مجمعون، والمراد من جمع المتكلم أهل المدينة بلا شک الخ" (۱)

کیاامیرالمومنین ترکِ فرض کی اجازت دے سکتا ہے؟

حضرت عثمان کو کیا یہ اختیار حاصل ہیکہ فرض کے ترک کی اجازت دیدیں، اگر جمعہ عید کے دن بھی فرض ہوتا تو فرض کسی امام کے کہنے سے ساقط نہیں ہوتا، آپکے رخصت دینے سے پتہ چلا کہ عید کے دن جمعہ فرض نہیں ہے؟

جی ہاں! یہ بات بالکل درست ہیکہ امام کو فرض نماز ترک کرنے کی اجازت دینا درست نہیں، لیکن امام وقت کو آنحضرت ﷺ کے عمل کی تشریح اور اتباع سنت میں اپنے محبوب کے قول کو نقل کرنے کا حق حاصل ہے، آنحضرت ﷺ کے ارشاد مبارک "ثم رخص في الجمعة" کی وضاحت کردی کہ یہ ارشاد کس کے لئے ہے؟ شہری اور دیہاتی سب کیلئے ہے یا صرف شہری کے لئے؟" اجتمع لكم في يومكم هذا عيدان فمن أحب من أهل العالية أن ينتظر الجمعة فلينتظرها، ومن أحب أن يرجع فليرجع فقد أذنت له" اپنے اس قول سے وضاحت کردی کہ آنحضرت ﷺ کا رخصت دینا صرف دیہاتیوں کے لئے تھا نہ کہ شہریوں کیلئے (۲) آپکے قول "فقد أذنت له" سے ترک جمعہ کی اجازت نہیں بلکہ یہ اطلاع دینا مقصود ہے کہ جن لوگوں سے شریعت نے ایسے موقع

---

(۱) العبادات فی الاسلام: باب اذا اجتمع العید والجمعۃ لا تسقط الجمعۃ ۳: ۱۱۱۴

پر فرضیت جمعہ کو ساقط قرار دیا ہے انھیں از روئے سیاست ترکِ جمعہ پر کوئی باز پرس نہیں کی جائیگی۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگوں کو ابن حبان کی توثیق سے شبہ ہو گیا کہ ابن حبان نے تو ''ایاس بن رملہ'' کو ثقہ قرار دیا ہے، جب ''ایاس'' ثقہ راوی ہے تو روایت کا ضعف ختم ہو گیا، جس سے روایت قابل استدلال ہو گئی، لیکن یہ شبہ انہیں کو ہو گا جو ابن حبان اور انکے شیخ ابن خزیمہ کے مزاج سے واقف نہیں ہیں، ان کا مزاج یہ کہ ''جس راوی سے کوئی ثقہ راوی روایت کرے تو مروی عنہ گو کہ مجہول ہو پھر بھی اسکو ثقہ شمار کرتے ہیں'' چنانچہ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: ابن حبان کتاب الثقات میں ہر ایسے مجہول راوی کو ثقہ شمار کرتے جس سے کسی ثقہ نے روایت کی ہو اور اس پر جرح نہ کی ہو ''**أنه يذكر في كتاب الثقات كل مجهول روى عنه ثقة ولم يجرح**''(۱) ظاہر ہیکہ اس حیثیت سے ثقہ شمار کیا جانے والا راوی محدثین کے نزدیک حقیقۃً ثقہ شمار نہیں کیا جائیگا۔

ابن الزبیرؓ کے عمل سے استدلال کی حقیقت

(۱) پہلی بات قابل غور یہ ہیکہ غیر مقلد حضرات اپنے بہت سے مسائل میں مدمقابل سے بخاری ومسلم کا حوالہ طلب کرتے ہیں ورنہ حدیث ضعیف کہدیتے ہیں کیا اچھا ہوتا کہ اس مسئلہ میں بھی بخاری ومسلم سے کوئی روایت پیش کرتے، یا تو اس مطالبہ سے توبہ کرلیں یا اس روایت سے برأت کریں۔

(۲) دوسری غور طلب بات یہ ہیکہ اس روایت میں آنحضرت ﷺ کا عمل یا ارشاد مذکور ہے یا عمل صحابی ہے بالفاظ دیگر یہ حدیث قولی ہے یا فعلی ہے یا تقریری ہے؟ ظاہر ہیکہ

---

(۱) لسان المیزان ۱/ ۴۹۲

ان میں سے کچھ نہیں ہے بلکہ یہ عمل صحابی ہے،کیا ان حضرات کے پاس عمل صحابی حجت ہے؟اگر عمل صحابی حجت ہے تو تراویح کی بیس رکعت میں خلیفہ ثانی کا اجماعی عمل ،طلاق ثلاثہ میں آپکا اجماعی عمل ،کیوں حجت نہیں؟اذان ثانی میں خلیفہ ثالث کا اجماعی عمل کیوں قابل ترک ٹھہرا؟اس موقع پر کہدیا جاتا ہے"عمل صحابی حجت نیست" خواہ وہ خلفاء راشدین میں سے ہی کیو نہ ہو،اور یہاں کس خوش فہمی سے حضرت ابن زبیر کا عمل دلیل میں پیش کیا جاتا ہے گوکہ آپ خلفائے راشدین میں سے نہ ہوں، آخر کچھ تو بات ہے؟؟؟

(۳) تیسری بات اس روایت میں غورطلب یہ ہے کہ(الف) حضرت ابن زبیر کا کافی دیر سے نماز پڑھانے کے لئے نکلنا(ب)اور خطبہ کافی لمبا دینا(ج) نماز سے قبل خطبہ پڑھنا،یہ تینوں امور خلاف سنت ہیں ،آپ ﷺ نماز عید اشراق کے وقت ادافرماتے تھے چنانچہ روایت میں ہے "كان يؤخر صلاةعيد الفطرويعجل الاضحى،وكان ابن عمر مع شدة اتباعه للسنةلا يخرج حتى تطلع الشمس "(۱) اس بات کا غیر مقلد حضرات کو بھی اقرار ہے،اور تواتر سے یہ منقول ہے کہ عید کا خطبہ نماز عید کے بعد پڑھا جاتا تھا چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور ابوبکرؓ،عمرؓ،عثمانؓ اورعلیؓ کے ساتھ نماز عید ادا کیا یہ سب خطبہ سے قبل نماز ادا کرتے تھے "شهدت العيد مع رسول الله وابى بكروعمر وعثمان وعلى رضى الله عنهم فكلهم كانوايصلون قبل الخطبة"(۲)،اور خطبہ نماز سے لمبا نہ کرنا سنت ہے ،یہ تینوں امور خلافِ سنت متواترہ ہونے کے باوجود اس سے استدلال درست ٹھہرا ہے،کیا خلافِ سنت امور سے ایک فرض ساقط کیا جاسکتا ہے؟ایک نفل وسنت سے دوسری نفل وسنت ساقط نہیں ہوتی مثلاً اشراق سے چاشت ساقط نہیں ہوتی ،تہجد سے سنت ظہر ساقط نہیں ہوتی،تو تعجب ہے خلاف سنت سے سنت نہیں بلکہ فرض ساقط کیا جارہا ہے۔ فياللعجب!!

(۴) چوتھی بات حضرت عبداللہ ابن زبیر کے زمانہ میں عید کی وجہ سے ترک جمعہ کا

---

(۱)زادالمعاد ا:/ ۴۴۲

(۲) صحیح بخاری: حدیث ۹۶۲،صحیح مسلم: حدیث ۸۸۴

عموم نہیں تھا بلکہ عدم ترک کا معمول تھا، چنانچہ مذکورہ روایت میں لوگ عید کے بعد جمعہ کے لئے آئے اور ابن زبیر کے نہ نکلنے کو برا جانا اور تنہا نماز ادا کرلی ''**فعاب ذلک علیه ناس من بنی عبد شمس**'' **ثم رحنا إلى الجمعة،فلم يخرج إلينا فصلينا وحدانا**'' اگر عید کی وجہ سے ترک جمعہ کا معمول ہوتا تو ابن زبیرؓ کے عمل کو نہ برا جانتے اور خود ادا ے جمعہ کے لئے نہ آتے۔

(۵) پانچویں بات اگر حضرت ابن زبیرؓ کا عمل حجت ہے تو صرف امام کے لئے ترک جمعہ میں حجت ہے نہ کہ عوام کے لئے، کیونکہ روایت میں صرف حضرت ابن زبیرؓ کے ترک جمعہ کا تذکرہ ہے اور دیگر مسلمانوں کے ادائے جمعہ کا تذکرہ ہے، چنانچہ بعض روایات میں وضاحت ہے کہ ہم نے عبد اللہ ابن زبیرؓ کو نماز جمعہ کی دعوت دی پر آپ تشریف نہ لائے ''**ثم جاء الناس للجمعة فلم ينزل إليهم ،وطلبوه للجمعة فلم يات**''(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ترک جمعہ صرف امام کو ہے، جبکہ سقوط جمعہ قائلین کا دعوی ابن زبیرؓ کے عمل سے آگے امام ومقتدی سب کے لئے ترک جمعہ کا ہے، بلکہ فقہ حنبلی میں اسکی صراحت ہے کہ امام بہرصورت جمعہ قائم کرے تا کہ جو مقتدی جمعہ ادا کرنا چاہے یا جسکو عید کی نماز نہ ملی ہو جمعہ ادا کرلے ''**ويستثنى من ذالک الإمام ،فيجب عليه أن يصلي الجمعة**''(۲)

(۶) چھٹی بات، پورے ذخیرہ احادیث میں ابن زبیر کے عمل کے علاوہ کسی اور صحابی کا عمل کیوں نہیں مل رہا ہے آنحضرت ﷺ کا عہد مبارک اور خلفاء راشدین کا (۳۰) سالہ دور کیا کبھی جمعہ وعیدین کا اجتماع نہیں ہوا جبکہ عید الاضحی سناً فسناً (کسی نہ کسی سال) جمعہ کے دن واقع ہوجاتی ہے، ظاہر ہیکہ اگر اسطرح ترک جمعہ ہوا ہوتا تذکرہ ضرور ہوتا، اگر چہ

---

(۱) شرح بلوغ المرام لعطیہ سالم: باب الرخصة لمن صلی العید، الجزء ۱۰۰/ ۳، العبادات فی الاسلام: باب اذا اجتمع العید والجمعة لا تسقط الجمعة ۳: ۱۱۱۵/

(۲) شرح زاد المستقنع: کتاب الصلاة ۴۵۸

عدم ذکر شئ عدم شئ کو مستلزم نہیں ہے لیکن عدم ذکر شئ محل نظر وفکر ہوتا ہے،فافهم !!!!

کیا ابن زبیرؓ خلاف سنت کر سکتے ہیں؟

رہی یہ بات کہ کیا حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ خلافت سنت عمل کر سکتے ہیں؟ حق یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ ہی نہیں بلکہ کوئی صحابی خلاف سنت عمل نہیں کریں گے،مذکورہ روایت میں جو عمل آپ کے متعلق مذکور ہے کہ(۱) کافی دیر سے نماز پڑھانے کے لئے نکلے (۲) خطبہ کافی لمبا پڑھا(۳)اور نماز سے قبل خطبہ ارشاد فرمایا،ان امور میں سے پہلا اور تیسرا امر جمعہ میں کیا جاتا ہے،روایت میں ہے "أخر الخروج حتی تعالی النهار "البتہ خطبہ لمبا پڑھنا اس وجہ سے ہے کہ عید اور جمعہ دونوں کے اجتماع کی وجہ سے قوم کو دو دو مرتبہ خطاب کرنے کے بجائے جب ایک اجتماع میں مقصد حصول ممکن ہے تو آپ نے خطبہ فرمادیا،ان شواہد سے واضح ہوگیا کہ آپ نے جمعہ کی نماز ادا کی تھی نہ کہ عید کی،ورنہ صحابی رسول کے متعلق یا تو تارکِ سنتِ متواترہ یا تارکِ جمعہ کی نسبت کرنی لازم آئیگی جس سے آپ بالکل بری ہیں،چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں ابن زبیرؓ نے کونسی نماز پڑھی اسکی تعیین مشکل ہے لیکن جس طریقہ پر ادا کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جمعہ تھی،اسلئے اصل یہی ہیکہ جمعہ ادا کرلیا جائے "وما یذکر عن ابن الزبیر فهو محتمل ،یعنی هل هو صلی الصلاة التی صلا ها بهم هل هی عید أم جمعة ؟لکن صفتها تدل علی انها جمعة،واکتفی بها عن صلاة العید" (۱)

کیا زوال سے قبل جمعہ درست ہے؟

یہاں ایک اشکال رہ جاتا ہے کہ مذکورہ تشریح سے ابن زبیرؓ کا زوال سے قبل جمعہ ادا کرنا لازم آیا کیا زوال سے قبل جمعہ درست ہے؟ جمہور کے نزدیک زوال سے قبل جمعہ

---

(۱) شرح کتاب الحج من صحیح مسلم: کتاب الحج ۶/۱۴

درست نہیں ہے ممکن ہے حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ اسکے قائل ہوں چنانچہ امام بغویؒ فرماتے ہیں حضرت ابن زبیر کا عمل میرے نزدیک درست نہیں ہے الا یہ کہ قبل زوال جواز جمعہ کی تاویل کی جائے اور جو اس کے قائل ہوں جیسا کہ حنابلہ کے نزدیک قبل الزوال جمعہ درست ہے۔ ’’واما صنیع ابن الزبیر فانه لا یجوز عندی أن یحمل إلا علی مذهب من یری تقدیم صلاۃالجمعة قبل الزوال ‘‘ (۱)

کیا ابن زبیرؓ نے عید کی نماز نہیں پڑھی؟

دوسرا اشکال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا آپ نے عید کی نماز نہیں پڑھی؟ یہ الزام بھی آپکی شان کے خلاف ہیکہ جس نماز کا آپ ﷺ نے شہر سے باہر جا کر اہتمام کیا ہو خواہ وہ واجب ہو کہ سنت ترک کردیں، بلکہ یوں کہا جائیگا جیسا کہ ابن جریج کی روایت میں ہے۔ ’’ فجمعهم اجمعافصلاهمارکعتین بکرۃ‘‘ دونوں نمازوں کو جمع کرکے زوال سے قبل ادا فرمایا ،پس عید کی نماز کا جمعہ کی نماز میں تداخل فرمادیا جسطرح تحیۃ المسجد کا فرض میں تداخل ہوجاتا ہے،اس حیثیت سے عید کی نماز آپ کے نزدیک سنت ہوئی ،غور کریں ابن زبیر کا عمل جمعہ اصالۃ اور عید ضمنا ادا کرنا ہوا،پس یہ حجت جمہور کی دلیل ہے کہ آپ نے جمعہ اصالۃ پڑھا اور عید ضمنا نہ جمعہ چھوڑا اور نہ ہی عید کی نماز، جبکہ اسکو دلیل بنا گیا تھا کہ آپ نے عید پڑھی اور جمعہ ترک ہی فرمادیا ،جس کی وجہ سے آپؓ پر کئی شبہات ہو رہے تھے، حالانکہ آپ کے عمل کی اصل توضیح یہ ہے جس سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے جب عید کی نماز کا جمعہ میں تداخل کیا ہے تو آج بھی اسیطرح ادا کرنا چاہیئے ،جس سے ایک صحابی کی اتباع ہوگی اور مسئلہ میں سب کا اتفاق بھی

۱

ہو جائیگا؟ لیکن یہ قول اسلئے درست نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر مجتھد ہیں اور دیگر صحابہ بھی مجتھد ہیں اور اصول ہے ایک مجتھد کا اجتھاد دوسرے مجتھد کے خلاف حجت نہیں ہوگا، جبکہ دوسرے صحابہ وتابعین کا اجتھاد جمعہ اور عیدین اپنے اپنے وقت پر ادا کرنے کا ہے، بلکہ جمہور صحابہ کا اجتھاد بھی یہی ہے اور جمہور کے خلاف کسی نیک فرد کا اجتہاد ہو تو صرف اس مجتھد کو اپنے اجتہاد پر عمل کی اجازت ہوگی کسی اور کو ان کے اجتہاد کی اتباع درست نہیں ہوگی، اس مجتہد کے لئے اسکا اجتہاد دلیل ہے اور عوام کے لئے جمہور کا اتفاق حجت اور دلیل ہے۔

علاوہ ازیں حضرت ابن زبیرؓ کے عمل کی اتباع سے اتفاق پیدا ہو جانے کی بات ایک وھم ہے، کیونکہ جمہور کی رائے سے ہٹ کر ایک ذات کی رائے پر مصر رہنے سے ہر گز پیدا نہیں ہوگا، بلکہ اختلاف کی بنیادی وجہ اسی شاذ رائے کی دعوت اور اسکو دلیل بنانے کی وجہ سے ہوا ہے، سبب مرض کو سبب شفاء سمجھنا مرض کی انتہاء ہے نہ کہ صحت وشفاء، سبب اختلاف کو سبب اتفاق سمجھنا ایک طرح کا بھولا پن ونادانی ہے۔

محدثین کی تحریرات

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عمل کی تفصیلا وضاحت آچکی اب تھوڑا حضرت عبداللہ ابن زبیر اور حضرت عطاء کے عمل واثر سے متعلق خود محدثین کے آراء ملاحظہ فرمالیں جس سے مسئلہ کی حقیقت کا صحیح علم ہو جائیگا۔

علامہ ابن عبدالبرؒ کی تحریر

اگر حضرت ابن زبیرؓ نے نماز عید کے علاوہ کوئی دوسری نماز (جمعہ، ظہر) نہیں پڑھی یہاں تک عصر پڑھی تب تو سارے اصول اس بات کے فاسد ہونے پر دلالت کرتے ہیں

اس لئے کہ جب دو فرض ایک فرض میں جمع ہو جائے تو ان میں سے ایک بھی ساقط نہیں ہوتا تو پھر عید کے دن سنت نماز کی وجہ سے فرض نماز کیسے ساقط ہو گی؟ کیونکہ سنت سے فرض ساقط نہیں ہوتا ہے یہ ایسی بات ہے جس کے فاسد ہونے میں عقلمند کو شک نہیں ہوسکتا، اور اگر حضرت ابن زبیرؓ نے عید کے ساتھ جمعہ کی دو رکعت پڑھی ہے تو جمعہ کا وقت ہونے کے بعد وہاں اکثر لوگوں نے جمعہ ادا فرمایا ہے۔ "وإن كان لم يصل مع صلاة العيد غيرہا حتى العصر فإن الاصول كلها تشهد بفساد هذا القول لأن الفرضين إذا اجتمعا فی فرض واحد لم يسقط أحدهما .. .. فكيف أن يسقط فرض لسنة عملا فی يوم، هذامالا يشک فی فساده ذو فهم و إن كان صلى مع صلاة الفطر ركعتين للجمعة فقد صلى الجمعة وقتها ثم أكثرالناس "(۱) ایسے موقع پر جب اکثر لوگوں نے نماز جمعہ ادا کی ہے تو صرف حضرت ابن زبیرؓ کا نماز جمعہ ادا نہ کرنا سقوط جمعہ کے لئے کافی نہیں ہے۔

شیخ ابن عبدالبرؒ کی تحریر

حضرت ابن زبیرؓ کے عمل اور جو کچھ حضرت عطاء نے ان سے نقل کیا ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کی جماعت کے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ اگر ابن زبیرؓ کا اثر اپنے ظاہری معنی پر ہے تو یہ غلط ہے اس لئے کہ اہل علم میں سے کسی کے نزدیک بھی نماز جمعہ کی فرضیت نماز عید کی سنت ادا کرنے سے ساقط نہیں ہوتی ہے۔ "أما فعل إبن الزبيروما نقله عطاء من ذلک ....والأوجه فيه عند جماعة من الفقهاء وهو عندهم خطاء إن كان على ظاهره لأن الفرض من صلاة الجمعة لا تسقط بإقامة السنة فی العيد

---

(۱) التمهيد لما في مؤطا من المعانی والاسانید ۱۰/ ۲۷۰

عند أحد من أهل العلم" (۱)

علامہ ابن تیمیہؒ کی تحریر

ابن زبیرؓ زوال سے پہلے جمعہ ادا کرنے کے قائل تھے اس لئے ممکن ہے کہ قبل الزوال ابن زبیرؓ نے جمعہ ہی ادا فرمایا ہو اور اس کو عید کی طرف سے کافی سمجھا ہو۔ "**إنما وجه هذا انه رأى تقدمة الجمعة قبل الزوال واجتزأبها عن العيد " (۲)**

شیخ عبدالمحسن العبادؒ کی تحریر

ابن زبیرؓ کی حدیث میں ہے کہ "وأنه لم يزد عليها حتى صلى العصر" اس کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ نے نہ جمعہ ادا فرمائی اور نہ ظہر تو اب جمعہ اور عید کو ایک ساتھ جمع کرنے میں اشکال ہے کہ انھوں نے عید اور جمعہ کی طرف سے ایک ہی نماز کیسے ادا کی جب کہ اس طرح کی تشریک درست نہیں ہے، اس لئے کہ جمعہ الگ چیز ہے اور عید ایک الگ شیء ہے۔ "**ومعنى هذا أنه لم يصلى الجمعة ولا الظهر فالإشكال فى كونه جمعهما فصلى صلاة واحدة عن العيد والجمعة فهذا غير مستقيم لأن الجمعة شيء والعيد شيء"(۳)**

ان تمام محدثین کی تحریرات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ حضرت ابن زبیر اور حضرت عطاء کا اثر قابل عمل وقابل حجت نہیں ہے، تعجب ہے ان سب تحریرات سے صرف نظر کرنے والے ہی اہل حدیث کہلاتے ہیں اور جو ان پر عامل ہوں وہ تاریک حدیث، فیاللعجب !!!

---

(۱) الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء بالأمصار ۲ / ۳۸

(۲) عون المعبود ۳: / ۲۸۹

(۳) شرح ابوداود ۶ : / ۲۹۶

حضرت ابن بیرؓ کا حضرت عمرؓ کے عمل کو دلیل میں پیش کرنا

[۱] ابوعبید کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کے ساتھ عید کی نماز پڑھی، حضرت عثمان کے ساتھ عید کی نماز پڑھی حضرت عثمان عید کی نماز سے فراغت کے بعد خطبہ پڑھا اور فرمایا آج تمھارے لئے دو عیدیں (جمعہ اور عید) جمع ہوگئی ہیں، پس اہل عوالی (دیہات کے باشندے) میں سے جس کو جمعہ کی نماز میں شرکت پسند ہو اور انتظار کرسکتا ہو وہ انتظار کرے ،اور جو اپنے دیہات واپس جانا چاہتا ہو وہ لوٹ جائے ،میں اسے جانے کی اجازت دیتا ہوں ،ابوعبید کہتے ہیں: میں حضرت علی کے ساتھ عید پڑھا جبکہ حضرت عثمان محصور تھے،آپ نے نماز پڑھائی اور خطبہ پڑھا'' **عن أبی عبید مولی عبدالرحمن قال:شهدت العيد مع عمر بن الخطاب (إلى قوله)ثم شهدت العيد مع عثمان بن عفان فصلى ثم انصرف فخطب فقال إنه اجتمع لكم فی يومكم هذا عيدان فمن أحب من أهل العالية أن ينتظر الجمعة فلينتظر ها،ومن أحب أن يرجع فلير جع فقد أذنت له ،فقال :ثم شهدت العيد مع على وعثمان محصور فجاء فصلى ثم انصرف فخطب''**(۱)

(۱) اس اثر میں غور کریں ابوعبید حضرتِ عمرؓ، حضرتِ عثمانؓ اور حضرتِ علیؓ تینوں میں سے صرف حضرتِ عثمان کی اجازت ورخصت کا قول نقل کیا ہے اگر دیگر خلفاء کا بھی یہی عمل ہوتا تو صرف حضرت عثمان کے عمل کو اہتمام سے ذکر نہ کرتے نیز حضرت عثمان کے علاوہ کسی امام نے جمعہ کی رخصت نہیں دی ،اور آپ بھی اہل عوالی کی مشقت کے پیش نظر رخصت دی

---

(۱)مؤطا مالک الاعظمی باب الامر بالصلاۃ قبل العیدین۲ ۲۴۹ حدیث ۶۱۳، السنن الماثورہ للشافعی:باب صلاۃالعیدین۱ ۲۳۸ حدیث ۱۸۰

ہے،ان شواہد سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا عمل عید کے دن ترک ؓ جمعہ کا نہیں تھا، جبکہ ابن زبیرؓ کے قول سے آپؓ کا عمل ترکِ جمعہ ہونا پتہ چلتا ہے اس اختلاف کے بعد یقین کے ساتھ آپؓ کے عمل کی تعیین دشوار ہے، اب آپؓ کے عمل کو دلیل میں پیش کرنا خلاف انصاف ہے۔

(۲) نیز اگر حضرت عمر کے زمانہ میں سقوطِ جمعہ عام ہوتا تو لوگوں کو تعجب کیوں ہوتا؟ اور حضرت ابن زبیرؓ پر نکیر کیوں کرتے؟ سوائے حضرت ابن عباسؓ کے کسی نے آپ کے عمل سے موافقت نہ کی، اور حضرت ابن زبیرؓ و ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں چھوٹے تھے جب آپ کے عہد میں اعلان کیا گیا تو منادی کی نداء سے سمجھا کہ یہ اعلان سب کے لئے عام ہے تو اپنے سمجھے ہوئے کے اعتبار سے ابن زبیرؓ نے جمعہ کا ترک کیا اور حضرت ابن عباسؓ نے ''أصاب السنۃ'' فرمایا'' قلت :**لا حجة لهم فى ذلک اصلا،فإن الناس كلهم أنكروا على ابن الزبير ،ولم يوافقه على فعله من الصحابةغير ابن عباس، وامر لا يعرفه أكثر الناس فى عهد الصحابة،بل ينكرونه لايجوزبه إسقاط فريضة قد اجمع عليها ،ولا يخفى أن ابن الزبير ،وابن عباس كان صغيرين فى عهد النبى ،فلعلهما سمعا منادى النبى ينادى :''من شاء منكم أن يصلى فليصل ومن شاء الرجوع فليرجع'' وكان ذلک خطابا ل أهل القرى ،فلم يفهما المراد به،وظناه عاما لأهل البلد أيضا ،فجمع إبن الزبير الجمعة والعيد،وقال فيه إبن عباس :''انه أصاب السنة''أى أصاب ما سمعه من منادى النبى من قوله :''من شاء فليصل ،با لمعنى الذى فهمه '' (۱)**

---

(۱) العبادات فی الاسلام: باب اذا اجتمع العید والجمعۃ لا تسقط الجمعۃ ۳: ۱۱۱۵

(۳) حضرت عمر ابن الخطابؓ نے کس عذر کی بناء پر جمعہ کو ساقط کیا ہوگا وہ عذر ابن زبیرؓ کو پتہ نہ چل پایا ورنہ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرتِ عمرؓ کے جمعہ ترک کرنے پر کوئی نہ ٹوکے اور ابن زبیرؓ کے ترک کرنے کو برا جاننے لگیں ''فلعل عمر فعل ذلک بعذر عرفه الناس ،ولم يعرفه ابن الزبير ولذا أنكروا عليه ،ولم ينكروا على عمر و إلافيبعد كل البعد أن يصنع إبن الزبير مثل ما صنعه،فعرفه الناس من عمر و أنكرواه منه''۔(۱)

(۴) جس دلیل میں اس قدر احتمالات ہوں اس سے استدلال کیوں کر درست ہوگا؟ جبکہ قاعدہ ہے۔''إذا جاءال إحتمال بطل الإستدلال''(۲)

یوم مسرت پر قیاس کی حقیقت

عید کے دن شریعت کا مزاج واقعتاً (خوشی کے موقع پر) عبادت ساقط کرنے کا ہے لیکن اس سقوط ومعافی کا حکم صرف ظہر تک ہے، اور جیسے ہی وقتِ ظہر آجائے تو اس خوشی کا اعتبار کئے بغیر بلا تفریق فرضیت ظہر ہے تو اسی طرح جیسے ہی جمعہ کا وقت ہو جائے بلا تفریق یومِ عید جمعہ کی نماز فرض ہوتی ہے۔

اجتماع کا مقصد حاصل ہوگیا

جمعہ کا مقصد مسلمانوں کا اجتماع ہے اور وہ عید کی نماز سے حاصل ہوگیا ہے تو دوبارہ اجتماع کرنا تحصیل حاصل ہے، اسلئے عید کے بعد دوبارہ جمعہ کے لئے جمع ہونے کی تکلیف نہیں دی جائیگی (۱) لیکن غور کریں کیا یہ اجتماع فرضیت جمعہ کی علت ہے یا حکمت ہے ؟ ظاہر ہے یہ فرضیت جمعہ کی حکمت ہے اور حکم کا مدار علت پر ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر (۲) نیز یہ

---

(۱) باب اذا اجتمع العيد والجمعة لا تسقط الجمعة ۳/ ۱۱۱۶

(۲) العبادات فی الاسلام: باب اذا اجتمع العيد والجمعة لا تسقط الجمعة ۳/ ۱۱۱۴

حکمت ان کے لئے تو ٹھیک ہے جو مسلمانوں کے جمعہ میں ایک بار جمع ہونے کو کافی سمجھتے ہیں اور ظہر کی نماز کے لئے جمع ہونا ان کے نزدیک کوئی ضروری نہیں، کیا شریعت جمعہ کے اجتماع اور ظہر کے اجتماع میں فرق گوارا کرتی ہے کہ جمعہ میں سب جمع ہوں البتہ ظہر میں تھوڑوں کا اجتماع بھی کافی ہے، ظاہر ہے شریعت تو یہ حکم دیتی ہے کہ جمعہ میں جو تعداد مسلمانوں کی جمع ہوتی ہے وہی ظہر میں بھی جمع ہوں الا یہ کہ کچھ لوگ اپنی مسجدوں میں ظہر باجماعت پڑھنے والے ہوں (۳) اور اگر اجتماع سے تذکیر مقصود ہے اور حاصل ہو چکا اسلئے دوبارہ تذکیر کی ضرورت نہیں ہے، پھر تو اجتماعِ اول سے تذکیر کو ساقط مانا جائے یعنی عید میں تذکیر ضروری نہیں ہے چنانچہ مسئلہ یہی ہے کہ عید میں خطبہ دینا سنت ہے واجب نہیں ہے، اور جمعہ میں تذکیر (خطبہ) کہنا واجب ہے، جب تذکیر ثانی واجب ہے تو تذکیر کے لئے اجتماع بھی واجب ہے، اور اجتماع جمعہ کی نسبت سے ہے تو جمعہ بھی واجب ہے ، کیونکہ واجب کا واجب واجب ہوتا ہے، پس حکمت اجتماع سے جمعہ کا اجتماع ضروری ہوا نہ کہ عید کا اجتماع پھر کیا وجہ ہیکہ مخاطب عید کے اجتماع کا اہتمام کرے اور جمعہ کے اجتماع کو غیر ضروری قرار دے۔ فیا للعجب!!!

تداخل کی حقیقت

تحیۃ المسجد وغیرہ جس طرح سنت وفرض میں داخل ہو جاتے ہیں اسی طرح عید کی نماز کا جمعہ میں تداخل درست ہے؟ لیکن غور کریں تحیۃ المسجد سنت یا فرض میں داخل ہوتے ہیں نہ کہ فرض یا سنت کا تداخل تحیۃ المسجد میں ہوتا ہے، جبکہ مذکورہ قیاس میں جمعہ کا عید میں تداخل متصور کیا گیا ہے، یہ قیاس تو الٹا ہے۔ (۲) نیز تحیۃ المسجد کے کیا وہی آداب واحکام ہیں کہ جو عید کے ہیں؟ ظاہر ہے دونوں میں احکام کے اعتبار سے بہت فرق ہے، پھر عید کے احکام تحیۃ المسجد قیاس نہیں کئے جائیں گے۔ (۳) تحیۃ المسجد غیر مؤقت ہے جبکہ نماز عید سال میں ایک بار ہی صحیح ومؤقت ہے، مؤقت کا غیر مؤقت پر قیاس درست نہیں ہے۔

راہِ اعتدال

ان تمام دلائل سے قطع نظر انسب اور اولی نماز عید کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنا ہے یا ترک اولی ہے؟ ترک جمعہ پر اصرار ضروری ہے یا ادائے جمعہ کی ترغیب؟ ائمہ کرام کی اس سے متعلق کیا رائے ہے ملاحظہ فرمایں (۱) علامہ نووی فرماتے ہیں یوم عید میں ترک جمعہ کی رخصت ہے البتہ اصل یہی ہے کہ جمعہ ادا کیا جائے۔ ''**حضور الجمعة رخصة، من أراد ان يحضر فهو أصل**''(۱)

(۲) عبداللہ بن محمد الطیار فرماتے ہیں: بہر حال اولی یہی ہے کہ جمعہ اور عید دونوں ادا کرے تا کہ دونوں کی فضیلت اور دونوں کا اجر حاصل ہو جائے۔ ''**والأولى بكل حال أن يصلى العيدوالجمعة طلبا للفضيلة، وتحصيلا لأجريهما** ''(۲)

(۳) شیخ الاسلام ابن قیم جوزی ،شیخ عبد العزیز بن عبداللہ بن باز، شیخ محمد بن عبدالوھاب، شیخ محمد بن صالح العثیمین، شیخ صالح بن فوزان الفوزان، البانی کی فقہ کو شیخ ابو عبدالرحمن عادل بن سعد نے جمع کئے جسکا نام ''الجامع لأحکام الصلاۃ'' رکھا ہے، وہ نقل فرماتے ہیں کہ انسان اگر جمعہ اور عید دونوں ادا کرے تو یہی اکمل ہے تا کہ اجر و فضیلت حاصل ہو جائے۔ ''**أن صلى الإنسان العيد والجمعة فهو أكمل، لينا ل الأجر، ويحظى بالفضيلة**''(۳) یہ ایک امام کا قول نہیں بلکہ پانچ پانچ ائمہ کی بات ہے جنہیں ہمارا برادرِ مخاصم بھی تسلیم کرتا ہے جبکہ ان کے اقوال پیش کرنا صرف الزاماً ہے تسلیما نہیں۔ فافهم!!!

---

(۱) شرح کتاب الحج من صحیح مسلم: کتاب الحج ۶/۱۴

(۲) الصلاۃ وصف مفصل ۱/: ۳۶۶

(۳) الجامع لأحکام الصلاۃ لشیخ عادل بن سعد: باب الحکم العاشر اذا جتمع العیدوا لجمعۃ، ۱/۱۵۰

(۴) علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ: أقرب الی الشرع یہی ہے کہ جمعہ اپنے وقت پر اور عید اپنے وقت پر ادا کی جائے۔ "والأقرب أن يقال كما أشرنا أولاً تصلى العيد فى وقتها والجمعة فى وقتها "(۱) جبکہ آپکا مسلک یہی ہے کہ عید پڑھنے والے کو جمعہ کا اختیار ہے، البتہ ظہر ادا کرنا ضروری ہے، اسکے باوجود "ألأقرب أن يقال كما أشرنا أولاًالخ" کہہ کر اقامتِ جمعہ ہی کو ترجیح دی ہے۔

(۵) موسوعۃ الفقہ الاسلامی کے مؤلف علامہ عبداللہ تویجری فرماتے ہیں: بہتر یہی کہ جمعہ اور عید دونوں ادا کرے تاکہ فضیلت حاصل ہو جائے۔ "والأولى أن يصلى العيد والجمعة معاً ،طلباً للفضيلة" (۲)

(۶) الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ میں لکھا ہے کہ: اختلاف سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ دونوں نمازیں ادا کرلے "والأفضل له حضورها خروجاً من الخلاف"(۳)

(۷) شیخ عادل بن سعد فرماتے ہیں کہ: اگر انسان دونوں نمازین ادا کرے تو یہی زیادہ کمال کی بات ہے، تاکہ اجروفضیلت حاصل ہوجائے۔ "وأن صلى الإنسان العيد وا لجمعة فهو أكمل ،لينال الأجر ،ويحظى با لفضيلة " (۴)

ان سب دلائل کے باوجود اگر کوئی عید کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر جمعہ ساقط ہو جانے کا اعلان کرتا ہے، اور عید پڑھنے کو گمراہی کہتا ہے تو وہ شخص "ضلوا واضلوا" کا مصداق ہوگا، اور امت کی اجتماعیت واتحاد اور شیرازہ بندی کو بکھیرنے والا ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ جمعہ وعیدین ایک دن میں واقع ہو جائے تو دونوں ادا کرنا ضروری ہے، اور یہی اقرب الی الصواب ہے اور اسی پر جمہور کا اجماع ہے، اور اسکے خلاف عمل یا

---

(۱) تعلیقات ابن عثیمین علی الکافی لابن قدامہ: باب صلاۃ الجمعۃ ۲/ ۲۴۳

(۲) موسوعۃ الفقہ الاسلامی: باب صلاۃ العیدین ۲/ ۶۶۵، مکتبہ بیت الافکار الدولیہ

(۳) الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: باب اجتماع العید والجمعۃ فی یوم واحد ۲۷/ ۲۰۹

(۴) الجامع لأحکام الصلاۃ: باب الحکم العاشر، ۱/ ۱۵۰

دعوت خلاف جمہور اور خروج عن الحق ہے۔ ''أللھم أرنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلاوارزقنا اجتنابه'' (آمین)

ضمیمہ

جمعہ کی اذانِ اول

جمعہ کی نماز کے لئے دو اذانیں دی جاتی ہیں ایک اذان خطبہ سے اتنی دیر پہلے کہ لوگ مسجد میں آ کر اطمنان سے سنتیں پڑھ سکیں، اور دوسری اذان عربی خطبہ سے پہلے دی جاتی ہے، یہ دونوں اذانیں سنت ہیں، البتہ اس پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ اذان اول آنحضرت

ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی، اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کس نے شروع کی ایک منقطع روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے شروع کی، بیشتر روایات اس کی مؤید ہیں کہ اس کا آغاز حضرت عثمانؓ نے کیا ہے، اور حضرت عثمانؓ کے اس عمل کو بدعت نہیں کہا جاسکتا، اسلئے کہ یہ خلیفہء راشد کا اجتہاد ہے جسے اجماعِ صحابہ سے تقویت حاصل ہے، علامہ شاطبی نے "الاعتصام" میں لکھا ہے کہ "خلفائے راشدین کا کوئی عمل بدعت نہیں ہوسکتا خواہ کتاب وسنت میں اس عمل کے بارے میں کوئی نص موجود نہ ہو" نیز آنحضرت ﷺ نے ان حضرات صحابہ کے عمل کو تھامے رہنے کا حکم فرمایا اگر یہ حضرات وفاتِ نبی کے بعد بدعتی بن جاتے (نعوذ باللہ) تو کیا ان کے عمل کو سنت قرار دے کر اسے تھامے رہنے کا حکم دیا جاتا؟ پس بحکم رسول صحابہ کی سنت پر عمل ضروری ہے، چنانچہ ہر زمانہ میں اس پر عمل رہا ہے، اور الحمدللہ آج تک حرمین شریفین سے لیکر تمام ممالک میں جاری ہے **"عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ"** (۱)

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضر عمرؓ کے زمانہ میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا، جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ آیا اور لوگوں کی تعداد بڑھ گئی تو آپؓ نے ایک اور اذان کا حکم دیا، یہ اذان مقام زوراء پر دی جاتی تھی، پس امر اسی پر ثابت ہوگیا (یعنی دوسری اذان پر امت کا عمل شروع ہوگیا) **"فلما كان في خلافة عثمان وكثروا أمر عثمان يو م الجماعة بالأذان الثاني فأذن به على الزوراء فثبت الأمرعلى**

---

(۱) ابوداؤد: باب فی لزوم السنۃ، حدیث: ۴۶۰۷ اس حدیث کو امام احمد، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، اور امام ترمذی نے روایت کیا، حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے (تحفۃ الأحوذی: باب ما جاء فی اذان الجمعۃ: ۳/۴۰، مستفاد از: درس ترمذی: ۲/۲۹۶)

ذلک‘‘(۱)

عید یا جمعہ کا خطبہ اردو زبان میں

خطبہ جمعہ کا عربی زبان میں ہونا ضروری ہے،عربی کے علاوہ کسی اورزبان میں خطبہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے،امام صاحب کے نزدیک عربی پر قدرت ہونے کے باوجود غیر عربی میں خطبہ دینے سے خطبہ ادا ہو جائے گا مگر مکروہ وگناہ گار ہوگا،اور صاحبین کے نزدیک عربی پر قدرت کے باوجود غیر عربی میں خطبہ دیا جائے تو خطبہ ادا ہی نہیں ہوگا(۲)

۱۔خطبہ جمعہ درحقیقت ذکر اللہ ہے،اللہ تعالی کا ارشاد ہے’’اے ایمان والوں!جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذاں دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔‘‘يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ‘‘(۳)امام التفسیر علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں کہ:اللہ کے فرمان’’الی ذکر اللہ‘‘سے جمہور مفسرین کے نزدیک خطبہ جمعہ مراد ہے(تفسیر نسفی:۲۰۱/۴)جب خطبہ ذکر ہے تو ذکر کا سمجھنا ضروری نہیں ہے بلکہ مقصود اس سے اطاعت اور یا دِالہی ہے،جس طرح نماز یا دِالہی ہے’’وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي‘‘(اورمیرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو)جس طرح نماز میں پڑھا جانے والا قرآن سمجھ میں نہیں آتا مگر اپنی زبان میں نماز نہیں پڑھی جاتی اور نہ کبھی ایسا خیال کیا جاتا ہے،بلکہ اس ذکر کو سمجھنے کے لئے عربی سیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے،اسی طرح خطبہ بھی ذکر ہے،پس تذکیر علحدہ شئی ہے ذکر علحدہ شئی ہے،تذکیر مخاطب کی فہم کے مطابق ہوگی جبکہ ذکر منصوص طریقہ پر ہوگا۔

۲۔بخاری شریف کی روایت ہے کہ:جب امام(خطبہ کے لئے)نکلتا ہے تو فرشتے

---

(۱)صحیح بخاری:۱/۱۲۵باب التاذین عند الخطبة

(۲)فتاوی عبدالحی:۲/۳۷۸

(۳)سورۃ الجمعۃ:۹

اپنے رجسٹر بند کرلیتے ہیں اور توجہ سے ذکر (خطبہ) سنتے ہیں "فإذا خرج الامام طووا صحفهم ويستمعون الذكر" مذکورہ بالا نصوص سے واضح ہوا کہ خطبہ دراصل "ذکراللہ" ہے، اور ذکراللہ مثلاً ثناء، تعوذ، تسمیع، تحمید، التحیات وغیرہ ذکراللہ ہیں اور عربی زبان میں ہی پڑھے جاتے ہیں اسی طرح خطبہ بھی عربی زبان میں ہونا ضروری ہے۔

(۳) امت کا تعامل و توارث عربی خطبہ کا ہے

آنحضرت ﷺ سے عربی زبان ہی میں خطبہ دینا ثابت ہے جبکہ بوقت خطبہ عجمی لوگ بھی موجود ہوتے تھے، جن کو تبلیغ دین کی ضرورت بھی ہوتی تھی، خلفاء راشدین کے دور میں اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر چہار دانگ عالم میں پھیل گیا، نومسلم عربی سے نا آشنا تھے پھر بھی خبطہ عربی زبان میں ہی دیا گیا، امت مسلمہ کا تعامل و توارث اسی پر ثابت ہے۔

اکابرین فقہاء کی تصریحات

۱۔امام نووی فرماتے ہیں کہ: خطبہ جمعہ کا عربی زبان میں ہونا خطبہ کے شرائط میں سے ہے "ويشترط كونها بالعربية" (۱)

۲۔امام رافعی فرماتے ہیں کہ: کیا سارا خطبہ عربی زبان میں ہونا شرط ہے؟ صحیح قول یہ کہ عربی زبان میں ہونا شرط ہے "وهل يشترط أن تكون الخطبة كلها بالعربية ؟ وجهان والصحيح اشتراطه" (۲)

۳۔شیخ الاسلام ابو یحیی زکریا انصاری فرماتے ہیں کہ: خطبہ کے شرائط میں سے خطبہ کا عربی زبان میں ہونا ہے "ومن شروطها ما سبق وهوكونها بالعربية" (۳)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ: خطبہ کا عربی زبان میں ہونا اس وجہ سے کہ

---

(۱) کتاب الاذکار للنووی: ۱۴۸

(۲) اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی: ۳/ ۳۶۵

(۳) اسنی المطالب فی شرح روض الطالب: ۱/ ۲۵۸

مسلمانوں کا مشرق ومغرب میں ہمیشہ کا عمل یہی رہا ہے، باوجودیکہ بہت سارے ممالک میں ان کے مخاطب عجمی لوگ تھے" وعربی بودن نیز بجہت عمل مستمر مسلمین در مشارق ومغارب باوجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبیان عجمیان بودند"(۱)

۴۔علامہ لکھنوی ؒ فرماتے ہیں کہ: عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا خلاف سِنت ہونے میں کوئی شک نہیں، کیونکہ یہ عمل نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام سے متواتر چلا آرہا ہے، لہٰذا غیر عربی زبان میں دینا مکروہ تحریمی ہے "ولاشک فی أن الخطبة بغیر العربیة خلاف السنة المتوارثة من النبی والصحابة فیکون مکروهاتحریما"(۲)

۵۔مفتی شفیع صاحب ؒ لکھتے ہیں کہ: خطبہ جمعہ عربی کے سوا کسی اور زبان میں پڑھنا یاعربی پڑھ کر دوسری زبان میں اسی وقت ترجمہ کرنا ناجائز ہے اور حضور ﷺ اور تمام خلفاءراشدین اورتمام صحابہ کرام کےعملاورقرون مشہورلہا بالخیر کے تعامل کے خلاف ہے۔(۳)

تنبیہ: امام صاحب کے پاس غیرعربی میں خطبہ پڑھنے سے ادا ہوگا مگر مکروہ ہوگا اورعربی پرقدرت کے باوجود اسطرح کرنے والا گناہ گارہوگا، امام صاحب کا یہ پہلا قول تھا جس سے بعد میں آپ نے رجوع فرمالیا اور مسلک حنفی میں فتوی صاحبین قول پر ہے، پس امام صاحب کے مرجوع عنہ قول کومستدل بنانا ایسا ہی ہے جیسے منسوخ آیت یا حکم سے استدلال کرنا۔(۴)

---

(۱) مصفی شرح مؤطا: ۱۵۴

(۲) عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ: ۱/ ۲۰۰ بحوالہ: نماز اہل سِنت والجماعت: ۱۳۰

(۳) جواہر الفقہ: ۱/ ۳۵۸

(۴) تفصیل کے لئے بغور ہدایہ: ۱/ ۱۰۱، ۱۰۲، کا مطالعہ کیا جائے

خطبہ اور تقریر سے پہلے سلام کرنا

شوافع وحنابلہ کے نزدیک جب خطیب منبر پر بیٹھے تو اس کو سلام کرنا چاہئے کیونکہ ابن ماجہ میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب منبر پر بیٹھتے تو سلام فرماتے تھے۔ ''کان النبی اذاصعد المنبر سلم ''(۱) حنفیہ میں سے علامہ حدادی اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ خطیب سلام کرسکتا ہے، لیکن حنفیہ کے یہاں قولِ مشہور یہی ہے کہ خطیب سلام نہیں کرے کیونکہ اگر وہ سلام کرے تو سامعین جواب دینے پر مجبور ہونگے اور امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد سامعین کے لئے گفتگو کی ممانعت ہے جہاں تک حضرت جابرؓ کی روایت ہے تو اس کو بیہقی اور بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، اس لئے بہتر تو یہی ہے کہ خطیب سلام نہ کرے اور اگر کرلے تو اس کی بھی گنجائش ہے، جہاں تک عام بیانات اور تقریروں سے پہلے سلام کی بات ہے، تو اگر حاضرین سے پہلے ملاقات ہو چکی ہو تب تو بیان سے پہلے سلام نہیں کرنا چاہئے کیونکہ سلام کا تعلق ملاقات سے ہے نہ کہ بیان سے، اور سلام کی جگہ اولِ ملاقات ہے اور وہ ہو چکی ہے، اور اگر پہلے سے حاضرین سے ملاقات نہیں ہوئی یا حاضرین میں زیادہ لوگ ہوں کچھ سے ملاقات ہوئی اور کچھ سے نہیں تو تقریر کرنے سے پہلے سلام کرسکتے ہیں، تاہم ایسا کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ سلام کرنا سنت ہے نہ کہ واجب یہ ہے حاصل یہ کہ سلام کرنا خطیب کا مسنونات ومستحباتِ خطبہ میں سے نہیں ہے بلکہ خطیب پہلے سے موجود ہے تو خطبہ شروع کرنے کے وقت سلام کے ترک کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ موقعہ سلام کرنے کا شریعت مطہرہ میں تجویز نہیں ہے، البتہ اگر خطیب خطبہ سے قبل باہر سے اُسی وقت آئے تو سلام کرسکتا ہے کیونکہ یہ سلام داخل ہونے اور آنے والے کا سلام ہے، پس

---

(۱) سنن ابن ماجہ: باب ماجاء فی الخطبۃ یوم الجمعہ، حدیث: ۱۱۰۹، مجمع الفوائد حدیث: ۱۹۱۷

خطبہ سے پہلے سلام کرنا مباح ہے، چاہے کرے یا نہ کرے، اسے مسنون نہیں کہا جاسکتا؛ کیونکہ جس روایت سے اس کا مسنون ہونا ثابت کیا جاتا ہے وہ حد درجہ ضعیف ہے۔ ومن السنة ... وترک السلام من خروجه إلى دخوله في الصلاة (درمختار) وقال الشامي :ومن الغرائب ما في السراج :أنه يستحب للإمام إذا صعد المنبر وأقبل على الناس أن يسلم عليهم،قلت:ويروىٰ أنه لابأس به (١)عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم إذا صعد المنبر سلم (٢)قال الشيخ عبد الغني المجددي في هامشه :والحديث الذي روى المؤلف ضعيف، لحال ابن لهيعة (٣)

دوخطبوں کے درمیاں بیٹھنا

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام اوزاعی، امام اسحاق، ابوثور، ابن المنذر اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق جمعہ کے لئے دوخطبہ مسنون ہیں اسلئے دوخطبوں کے درمیان بیٹھنا بھی مسنون ہے، امام شافعی کے نزدیک دوخطبے فرض ہیں اس لئے دوخطبوں کے درمیان بیٹھنا بھی فرض ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دوخطبے دیا کرتے تھے، جب منبر پر چڑھتے تو اس پر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ مؤذن اذاں سے فارغ ہوجاتا، پھر کھڑے ہوکر خطبہ دیتے، پھر بیٹھ جاتے اور خاموش رہتے، اس کے بعد کھڑے ہوکر خطبہ دیتے" عن ابن عمررضي الله عنه قال كان النبى يخطب خطبين ،كان يجلس اذاصعد المنبر حتى يفرغ ،اراه المؤذن ،ثم يقوم

---

(١) الدر المختار على الرد المحتار ٣/ ٢٣ زکریا، کذا فی البحر الرائق ٢/ ٢٥٩ رشیدیة

(٢) سنن ابن ماجة ١/ ٧٨

(٣) حاشیة سنن ابن ماجة ١/ ٧٨، کتاب الفتاوی: ٣/ ٤٨

فيخطب ،ثم يجلس فلايتكلم ،ثم يقوم فيخطب ‘‘(۱)

---

(۱) سنن ابی داوٗد ا: ۱۶۳/ باب الجلوس اذا صعد المنبر

فہرست ماخذ ومراجع

ناشر	مصنف	نام کتاب
		قرآن مجید
دار ابن کثیر	محمد بن إسماعیل البخاری	صحیح بخاری
دار إحیاء التراث العربی	مسلم بن الحجاج القشیری	صحیح مسلم
دار الرسالة العالمیة	سلیمان بن الأشعث السجستانی	سنن ابی داوٗد
المطبوعات الاسلامیة، حلب	أحمد بن شعیب النسائی	سنن نسائی
دار الحدیث، القاہرة	أحمد بن محمد بن حنبل الشیبانی	مسند احمد
موسسة الرسالة بیروت	علی بن عمر البغدادی الدارقطنی،	سنن الدارقطنی
مؤسسة زاید بن سلطان	مالک بن انس المدنی	موطا مالک
دار الکتب العلمیة	محمد بن عبد اللہ النیسابوری	المستدرک علی الصحیحین
دار احیاء التراث	محمد أنور شاہ کشمیری	العرف الشذی
دار الکتب العلمیة	ظفر أحمد العثمانی التہانوی	اعلاء السنن
دار المعرفة، بیروت	أبو إبراہیم المزنی	السنن الماثورہ
دار إحیاء التراث	یحیی بن شرف النووی	المنہاج شرح صحیح مسلم
وزارة عموم الاوقاوف	أبو عمر یوسف بن عبد اللہ القرطبی	التمہید لمافی الموطا........
دائرة المعارف	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی الشافعی	شرح السنہ،
مؤسسة الرسالة	أبو جعفر الطحاوی ،	شرح مشکل الآثار
دار الفکر بیروت	أبو محمد علی بن أحمد الأندلسی	المحلی بالآثار

ذخیرۃ العقبی فی شرح المجتبی	محمد بن علی الاثیوبی الوَلَّوِی	دارالمعراج الدولیۃ للنشر
تحفۃ الاحوذی	محمد عبدالرحمن المبارکفوری	دارالکتب العلمیۃ
تہذیب التہذیب	الحافظ ابن حجر العسقلانی	المکتبۃ الوقفیہ
میزان الاعتدال	محمد بن أحمد الذہبی شمس الدین	دارالکتب العلمیہ
المسند الموضوعی	صہیب عبدالجبار	المکتبۃ الشاملۃ
لسان المیزان	أحمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی	المجلس العلمی
زاد المعاد	ابن قیم الجوزیۃ	المکتبۃ الوقفیہ
المبسوط	شمس الأئمۃ السرخسی	دارالمعرفۃ، بیروت
الدرالمختار مع ردالمحتار	محمد أمین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الدمشقی	دارالفکر بیروت
بدائع الصنائع	علامہ کاسانی	دارالکتب العلمیۃ
ہدایہ	علی بن أبی بکر الفرغانی المرغینانی	داراحیاء التراث العربی
الذخیرۃ	أحمد بن إدریس المالکی القرافی	دارالغرب الاسلامی
القوانین الفقہیۃ	محمد بن أحمد ابن جزری الغرناطی	المکتبۃ الشاملۃ
۱۳۱۔اعانۃ الطالبین، آبوبکر	عثمان بن محمد شطا الدمیاطی الشافعی	دارالفکر للطباعۃ والنشر
المبدع فی شرح المقنع	إبراہیم بن محمد برہان الدین	دارالکتب العلمیۃ بیروت
الأحکام الشرعیۃ الکبری،،	عبدالحق بن عبدالرحمن الأزدی	ہمکتبۃ الرشد، السعودیۃ
الاجماع	ابوبکر محمد بن إبراہیم النیسابوری	دارالمسلم للنشر والتوزیع
الاقناع فی مسائل الاجماع	آبوبکر محمد بن إبراہیم	المکتبۃ الشاملۃ
الجامع الصغیر	أبوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی	
شرح النافع الکبیر	محمد عبدالحی بن محمد عبدالحلیم الأنصاری	عالم الکتب، بیروت

بدایۃ المجتہد ونہایہ المقتصد	أبوالولید محمد بن أحمد رشد القرطبی	دار الحدیث، القاہرۃ
بنایہ شرح الہدایہ	أبو محمد محمود بن أحمد بدر الدین العینی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
کتاب الام	محمد بن إدریس الشافعی	دار المعرفۃ، بیروت
الاوسط فی السنن والاجماع	أبو بکر محمد بن إبراہیم النیسا بوری	دار طیبۃ، الریاض
الاستذکار	أبو عمر یوسف بن عبد اللہ القرطبی	دار احیاء التراث
المہذب فی فقۃ الامام الشافعی	أبو اسحاق إبراہیم بن علی الشیرازی	دار الکتب العلمیۃ
کتاب الاذکار	یحی بن شرف النووی	،مکتبہ دار البیان بیروت
روضۃ الطالبین	یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
اتحاف سادۃ المتقین	محمد بن محمد بن الحسینی الزبیدی	المطبعۃ المیمنیۃ
أسنی المطالب	زکریا بن محمد بن زکریا الأنصاری	دار الکتاب الاسلامی
إعانۃ الطالبین	أبو بکر عثمان بن محمد الشافعی	دار الفکر للطباعۃ والنشر
المحرر فی الفقہ..........	مجد الدین أبو البرکات بن تیمیۃ	دار الکتاب العربی
المغنی	موفق الدین ابن قدامۃ	المکتبۃ الوقفیہ
شرح زادا مستقنع	للعلامۃ ابن عثیمین	ملتقی اہل الحدیث
فتاوی اللجنۃ الدائمۃ	للبحوث العلمیۃ والافتاء،	دار المؤید
الموسوعۃ الفقہیہ،		وزارۃ الاوقاف والشئون
شرح بلوغ المرام	عطیۃ بن محمد سالم	الشبکۃ الاسلامیۃ
فتاوی ابن عثیمین	نمحمد بن صالح بن محمد العثیمین	دار الوطن، دار الثریا
القول المبین فی اخطاء....		
الجامع لاحکام الصلاۃ،	أبو إیاس محمود بن عبد اللطیف بن محمود،	المکتبۃ الشاملۃ

فتاوی عبدالحی	علامہ عبدالحی لکھنوی	،مکتبہ تھانوی دیوبند
عمدۃ الرعایۃ	،عبدالحی بن عبدالحلیم اللکنوی	دارالکتب العلمیہ بیروت
جواہر الفقہ	مفتی اعظم مفتی محمد شفیع عثمانی	کتب خانۂ زکریا دیوبند
درس ترمذی	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی،	کتب خانۂ نعیمیہ دیوبند
کتاب الفتاوی	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانۂ نعیمیہ
خطبات محمدی	مولانا محمد علی جونا گڑھی	مکتبہ قدوسیہ
فقہ الحدیث	حافظ عمران لاہوری	فقہ الحدیث پبلیشر لاہور